حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان
مجلّہ

الجماعۃ

جنوری-فروری ۲۰۲۴ء

خصوصی شمارہ

مضامین و مقالات

بمناسبت

تربیتی اجتماع

برائے

ائمہ و دعاۃ

منعقدہ

بتاریخ ۵/نومبر ۲۰۲۳ء مطابق ۲۰/ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ بروز اتوار

بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر، کرلا (مغرب) ممبئی-۴۰۰۰۷۰

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

جمادی الآخرۃ–رجب ۱۴۴۵ھ ● جنوری–فروری ۲۰۲۴ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگـــــــارشـــــــات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

عبادتوں کے فوائد وثمرات

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرۃ:۲۱]

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا یہی تمہارا بچاؤ ہے (یعنی اسی طریقے سے تم عذاب جہنم سے بچ سکتے ہو)''۔

اللہ رب العزت نے انسان کے لئے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہے جن کو اگر پوری انسانیت مل کر شمار کرنا چاہے تو نہیں کرسکتے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [نحل:۱۸] ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں کرسکتے بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے''۔

کائنات میں بکھری ہوئی بے شمار نعمتیں اللہ رب العزت نے حضرت انسان کے لئے پیدا فرمائی تو اب ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ انسان کو کس کے لئے پیدا فرمایا تو اللہ نے خود فرمایا کہ: ﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [ذاریات:۵۶] ''میں نے جنات اور انسان کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''۔

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر انسان پوری زندگی اللہ کی عبادت و ریاضت میں صرف کردے تب بھی اللہ کی لاتعداد نعمتوں میں سے کسی بھی ایک نعمت کا حق ادا نہیں کرسکتا پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عبادت کی اتنی قدر کرتا ہے کہ مزید نعمتوں، رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کی بوچھار کرتا ہے۔

آیئے ہم دلائل کی روشنی میں جائزہ لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بندگی اور عبادت پر کیا کیا اجر وثواب مرتب کرتا ہے:

(۱) عبادت گناہوں کے ختم اور مٹانے کا ذریعہ ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَىِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ ۚ إِنَّ ٱلْحَسَنَـٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّٰكِرِينَ﴾ [ھود:۱۱۴] ''اور دن کے دونوں سروں میں نماز قائم رکھو اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے''۔ آیت کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نیکیاں اور عبادات گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ فرماتے تھے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک کفارہ ہوجاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچیں''۔ (مسلم)

(۲) عبادت کے لئے وقت فارغ کرنا محتاجگی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے:

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو خالد نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مرفوعا روایت کیا (یعنی آپ کا فرمودہ) کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم

کی اولاد میری عبادت کے لئے وقت نکال (یعنی اپنے آپ کو فارغ کرمیری عبادت کے لئے) میں تیرے دل کو مالداری سے بھردوں گا اور تیری محتاجگی کو دور کردوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دل کو مشغولیت سے بھردوں گا اور تیری محتاجگی ومفلسی کو دور نہ کروں گا''۔(سنن ابن ماجہ:۴۱۰۷)

اب تعجب ہے اس شخص پر جو یہ سمجھے کہ اگر میں اپنا کاروبار چھوڑ کر نماز کے لئے جاؤں تو میری روزی تنگ ہوجائے گی جبکہ رب کا اعلان ہے کہ میری عبادت کے لئے وقت فارغ کروگے تو مال دار بنا کر محتاجگی وفقر وفاقہ کو دور کردوں گا۔

(۳) عبادت کے ذریعہ جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب ہوسکتی ہے:

''ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا آپ کو وضو اور حاجت کا پانی لاکر دیتا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا مانگو مجھ سے میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے کہا بس یہی آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو اپنے واسطے کثرت سے سجدے کرکے (یعنی نماز پڑھ کر) میری مدد کر''۔(ابوداؤد:۱۳۲۰)

(۴) عبادت فرشتوں کی دعاؤں کے حصول کا ذریعہ ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب ملحوظ رکھ کر اچھی طرح وضو کرتا پھر مسجد کا راستہ اختیار کرتا ہے اور سوائے نماز کے اور کوئی دوسرا ارادہ اس کا نہیں ہوتا تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہوجاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لئے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے کہتے ہیں اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم کر اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نماز ہی میں مشغول ہو''۔(بخاری)

یعنی ایک فائدہ یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت گزار بندوں کے لئے اللہ کے مقرب فرشتے بھی اس کی رحمت ومغفرت کے لئے دعائیں کرتے ہیں لہٰذا اتنے گراں قدر فوائد کے باوجود بھی اس سے جی چرانا اور سستی وتساہلی سے کام لینا محرومی وبدنصیبی ہے۔

(۵) عبادت اللہ کی محبت اور قرب کا ذریعہ ہے:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ سب سے زیادہ میرا تقرب اس چیز کے ذریعہ حاصل کرسکتا ہے جسے میں نے اس پر فرض کیا ہے اور اگر میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرلیتا ہوں۔(بخاری)(یہ حدیث قدسی ہے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرائض سے اللہ کی نزدیکی اور نوافل سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

لیکن اس بات کو دھیان میں رکھا جائے کہ یہ تمام تر فوائد وثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب ہماری عبادت سنت نبوی کے مطابق ہو اور صرف اور صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو ورنہ یہ قیامت کے دن ''هباءاً منثورا'' کردی جائیگی۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر عبادت سنت نبوی ﷺ کے مطابق اور ریا ونمود سے بچتے ہوئے محض اللہ کی رضا کے لئے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

❁ ❁ ❁

حلقۂ حدیث

شرعی علم کی اہمیت وفضیلت

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: "طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ ، وإنَّ طالبَ العلمِ يستغفرُ له كلُّ شيءٍ ، حتى الحيتانِ في البحرِ"(صحیح الجامع للالبانی ح:3419)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔اور بیشک طالب علم کے لئے دنیا کی ساری اشیاء استغفار کرتی ہیں، حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں:

1۔پہلے نمبر پر شرعی علم کے حصول کی تاکید کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اسلامی تعلیم کا حصول ایک اہم دینی فریضہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ امت محمدیہ کے نام اللہ ﷺ کا سب سے پہلا پیغام جو آیا وہ اسلامی تعلیم حاصل کرنا ہی رہا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝٣ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥﴾ [اقرأ:۱-۵]

آپ اپنے اس رب کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا، جس نے (سارے) انسانوں کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، آپ پڑھو حالانکہ آپ کا رب بڑے کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

شریعت سازی اور نزول قرآن کا آغاز سورۃ العلق کی ان ابتدائی پانچ آیات سے ہوا جو دراصل پہلی وحی ہیں، جن میں اللہ ﷺ نے شرعی علم کی اہمیت کے پیش نظر تکرار کے ساتھ دو دفعے اسے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے پہلی دفعہ حکم کے ساتھ اپنی خالقیت کا تذکرہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کا مقصد وجود ہی دینی علم سے واقفیت ہے دوسری دفعہ حکم کے ساتھ اپنی شان کریمی کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اگر مسلمان دنیا وآخرت میں قابل تکریم رہنا چاہتے ہوں تو سب سے پہلے اسلامی تعلیم حاصل کریں۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت کے مدنظر اللہ کا کلام بھی اس فریضے کے حکم سے شروع ہوا اور قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری بھی اخلاص نیت کی ترغیب کے بعد اس فریضے کے تفصیلی بیان سے شروع ہوئی۔

امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین الہامی وعبقری شخصیت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا"** تمہیں (دنیا کی) سرداری دی جانے سے پہلے دین کی سمجھ حاصل کرو۔

(سنن الدارمی، المقدمہ، باب فی ذہاب العلم ح:314)

اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے فرمایا: **"وبعد أن تُسَوَّدُوا وَقَد تعلم أصحاب النبي ﷺ في كبر**

سنھم" تمہیں دنیا کی سرداری دی جانے کے باوجود (تم دین کی سمجھ حاصل کرو) کیونکہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے عمر درازی میں بھی دین کی سمجھ حاصل کی ہے۔(صحیح بخاری کتاب العلم ،باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

شرعی علم کے حصول کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں باب باندھتے ہیں:**بَابٌ : الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :** ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾. **فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.** کہنے اور کرنے سے پہلے علم حاصل کرنے کا باب،اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنیاد پر"جان لو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔اللہ نے اس آیت کی ابتداء لفظ علم سے کیا ہے۔(صحیح بخاری کتاب العلم)

یعنی کوئی بھی بات کہنے اور کسی بات پر عمل کرنے سے پہلے علم کا حصول ضروری ہے تاکہ جو بھی عمل کیا جائے اور جو بھی بات کہی جائے وہ شریعت کے مطابق ہو اور صحیح ہو۔

لہٰذا پتہ چلا کہ اسلامی تعلیم حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے اللہ کا اولین حکم ہے جو درحقیقت مقصد حیات کے ساتھ عزت وشرف کی ایک مضبوط بنیاد بھی ہے جس سے صحیح طور پر وابستگی دنیا کی قیادت وسیادت کا اہل بنادیتی ہے اس لیے اسلام نے اسلامی تعلیم کو مسلمانوں کے لیے اختیاری نہیں رکھا بلکہ اسے ایک فریضہ قرار دیا ہے۔

2-دوسرے نمبر پر علم اور اہل علم کی فضیلت اور ان کے مقام ومرتبہ کو واضح کیا گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"**وإِنَّ طالبَ العلمِ يستغفِرُ له كلُّ شيءٍ ، حتى الحيتانِ في البحرِ**"اور بیشک طالب علم کے لئے دنیا کی ساری اشیاء استغفار کرتی ہیں،حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ شرعی علم حاصل کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک سب سے بہتر شخص مانا گیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:"**خيرُكُم مَن تعلَّمَ القرآنَ وعلَّمَهُ**" تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔(صحیح بخاری ح:5027،سنن الترمذی ح:2907)

شرعی علم حاصل کرنے والا طالب علم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے مانند ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ العِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله حَتَّى يرجع**"(سنن الترمذی،ابواب العلم،باب فضل العلم)

ترجمہ:جو اپنے گھر یا اپنے شہر سے(فرض عین یا فرض کفایہ شرعی)علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تو واپس ہونے تک اسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اجر ملتا رہتا ہے۔

طالب علم نہ صرف مرد مجاہد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے،انبیاء کا وارث ہے،جس کے لیے مخلوقات دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں،جس سے رضامند ہو کر فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں،جو حصول علم کے راستے پر چل کر اپنی جنت کا راستہ اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ فرمان رسالت ہے:

"**مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سلك اللهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لطالب العلم، وَإِنَّ الْعالم لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، وَالحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَماء ورثة الأنبياء، وإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَادِرْهَمًا، وَرَّثُوا الْعِلْمَ ، فَمَنْ**

أَخَذَهُ أَخَذَ بَحْظُ وَافِرٍ"(سنن أبی داود،کتاب العلم،باب الحث علی طلب العلم)

ترجمہ: جو کوئی (شرعی) علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی راستے پر چلے تو اللہ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلائے گا اور بلا شبہ فرشتے طالب علم سے خوش ہو کر اپنے پر نچھاور کرتے ہیں صاحب علم کے لیے تو آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی مخلوقات بشمول پانی کی گہرائی میں مچھلیاں یقینی طور پر دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں، عبادت گزار کے مقابلے میں علم والے کا مقام ایسا ہے جیسا دیگر تاروں کے مقابلے میں چودھویں رات کے چاند کا مقام ہے اور علماء انبیاء کے وارثین ہوتے ہیں اور انبیاء نے وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑا (بلکہ) علم چھوڑا ہے تو جس نے (اس) علم کو حاصل کر لیا تو اس نے بڑی سعادت حاصل کر لی۔

اسلامی تعلیم حاصل کرنے پر ذکر کردہ پانچ فضائل کے علاوہ مزید قابل ذکر فضیلت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم طلباء و علماء کے لیے رحمت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: **"أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذكر الله وما والاه وعالم أو متعلم**"(سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا)

خبردار! بے شک دنیا اور دنیا میں پائی جانے والی اشیاء لعنت زدہ (اللہ کی رحمت سے دور کردہ) ہیں، بجز ذکر الٰہی اللہ کے محبوب کام اور صاحب علم یا طالب علم کے۔

اسلامی تعلیم طالب علم یا صاحب علم کے لیے جہاں رحمت ثابت ہوتی ہے وہیں دونوں جہانوں کی بھلائی بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"** (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ح:71)

ترجمہ: جس کے ساتھ اللہ (دنیا و آخرت میں) بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

دین کی سمجھ عطا کرنے سے مراد حق کی توفیق، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں بصیرت، فہم علم شریعت اور کتاب وسنت کی معرفت ہے۔ اور جو کوئی دین کی سمجھ حاصل نہ کرے اسلامی قواعد کو نہ سیکھنے اور اس سے متعلق چھوٹی چھوٹی تعلیمات کا علم حاصل نہ کرے تو وہ خیر سے محروم ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کہ اس کے پاس دینی معلومات کتنی ہیں پھر اسی تناسب سے اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ اللہ نے کس قدر اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

اسلامی تعلیم کی برکتیں صرف دنیا کی حد تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان برکتوں کا صلہ موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ" (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب، ح:1631)

ترجمہ: جب انسان کی موت واقع ہوتی ہے تو اس سے اس کے عمل (کا سلسلہ) ٹوٹ جاتا ہے بجز تین کاموں کے: صدقہ جاریہ (وقف کردہ اشیاء) یا نفع بخش (اخروی اور صحیح سنت کا) علم یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے (خیر) کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرعی علم کے حصول، اور اس کی فضیلتوں کو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اداریہ

اسلام دینِ رحمت ہے

مدیر

اسلامی شریعت نے دنیا کے تمام انسانوں، اور تمام طبقات کے لیے عدل، مساوات، رحمت، انسانیت اور خیر کی بنیادوں پر ایسے اصول وقوانین اور ضوابط عطا کئے ہیں جو بلاتفریق سب کے لیے بہتر، مناسب، قابل عمل اور لائق اتباع ہیں۔ظلم و بربریت سے کراہتی انسانیت کے لیے عدل و انصاف کا ایسا دستور کسی اور مذہب یا معاشرے میں دیکھنے کونہیں ملتا، یہاں ظالم کوظلم سے روکنے اورظلم وتشدد کے خاتمے کے لیےقتل وخونریزی، دہشت وآتنک، ناحق کسی پر جبر و تسلط کی حرمت وکراہیت کے ساتھ انسانی جانوں کے حد درجہ احترام کا حکم بھی دیا گیا ہے، دنیا میں پھیلی ہوئی انارکی،خونریزی، انسانیت دشمنی کے مظاہر اور سفاکیت و جبر کی خونی داستانیں ہمیشہ سے تاریخ میں انسانی زندگیوں کے لیے خطرہ بنی ہوئی تھیں خاص طور پر عرب کے جاہلی معاشرے میں تو بےرحمی اورغیر انسانی اعمال اپنی انتہا کو پہنچ چکے تھے، بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور سفاکیت کی انتہا یہ تھی کہ ایک باپ اپنے ظالم پنجوں سے گڑھا کھود کر اپنی ہی معصوم بچی اوراس کی جان کواپنی ہی نگاہوں کے سامنے زندہ ہلاک کرنے پرسکون محسوس کرتا تھا،اس طرح اوربھی نہ جانے کتنے بےرحمانہ،ظالمانہ اور غیرانسانی اعمال تھے جو جاہلیت زدہ معاشرے میں رائج تھے اور آج بھی دنیا میں نت نئے طریقوں سے اور ناموں سے یہ جاری اورساری ہیں مگر جب دین اسلام آیا تو اس نے انسانی جانوں کوتحفظ عطا فرمایا، زندگیوں کو حیات نوبخشی اور بیٹیوں پر شفقت و رحمت کے احکام صادر کیے گئے اوران کی پرورش کرنے اوراس میں ابتلاء وآزمائش سے گزرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی، عرب کے وہ گھر جہاں کمزوروں، غلاموں، یتیموں اور بےسہارا لوگوں کو کوئی وقعت اور حیثیت نہیں تھی، انہیں انسانی سماج میں عضو ننگ سمجھا جاتا تھا، پیارے نبی ﷺ نے ایسے معاشرے کوانسانیت، رحمت وکرم کا وہ درس عطا فرمایا کہ غلاموں کوان کی غلامی سے آزاد کرنے کو باعث فخر اور کار ثواب سمجھا جانے لگا۔یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کا سہارا بننے اوران کے ساتھ رحمت ومروت کا معاملہ کرنے کو باعث شرف وعزت اور جنت میں لے جانے والا کام تصور کیا جانے لگا۔الغرض رحمت و انسانیت کا ایک پورا مستحکم ڈھانچہ اورخاکہ استوار کیا گیا جس میں انصاف،

عدل، ہمدردی، مواخات، بھائی چارہ اور تمام انسانی سلوکیات کے ساتھ ایسے جذبات اور احساسات بیدار کیے گئے کہ ہر انسان اور ہر کمزور کو اس کا کھویا ہوا مقام حاصل ہو گیا اور یہی مقصد تھا فتح مکہ کے موقع پر پیارے نبی ﷺ کے اس اعلان کا جس میں آپ نے فرمایا کہ:

”إِنَّ دِماءَكُم، وأمْوالَكم وأعْراضَكُم حرامٌ عَلَيْكُم كَحُرْمَة يومِكُم هَذَا، في شهرِكُمْ هَذَا، في بلَدِكُم هَذَا“

”کہ تمہارا خون، مال اور عزت وآبرو ایک دوسرے پر ایسے حرام ہے جیسے آج کے دن کی حرمت اس مہینے کی حرمت اور اس شہر کی حرمت ہے“۔ (بخاری)

خون کے پیاسوں اور جان کے دشمنوں کو کون معاف کرتا ہے؟ مگر نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا عام اعلان فرما کر دنیائے انسانیت کو یہ باور کرا دیا کہ اسلام ہی دین رحمت ہے۔

کتوں اور جانوروں کے ساتھ کون انسانی سلوک روا رکھنے کا سبق دیتا ہے؟ مگر پیارے نبی ﷺ نے کتے کو پانی پلانے پر جنت ومغفرت کی نوید سنائی اور بلی کے ساتھ بے رحمی اور جبر کرنے پر عذاب جہنم اور اس کی وعید سنا کر اسلام کی انسانیت کو اجاگر فرما دیا۔ الغرض انسانی جانوں کے تحفظ سے لے کر بچوں پر شفقت ورحمت کے آداب اور گر سکھائے، بیٹیوں کی جانوں کو بچانے کے ساتھ ماں، بہن اور عورت کے روپ میں اس کی ساری شخصیتوں کو عزت اور وقار عطا فرمایا اور ہر جگہ محبت، رحمت اور اس کے مظاہر کو عام کرنے کی تلقین کی۔ نبی اکرم ﷺ کی انسانیت اور رحمت وشفقت کا مظاہرہ ایک حدیث کے اندر ملاحظہ فرمائیے:

حضرت اقرع ابن حابس رضی اللہ تعالی عنہ آپ کی خدمت میں تشریف فرما تھے دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے ہیں۔ حضرت اقرع کہنے لگے کہ میرے پاس دس بچے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہ دیا! پیارے نبی ﷺ کی زبان رسالت گویا ہوئی:

”مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ“

”کی جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر کبھی رحم نہیں کیا جاتا“۔ (صحیح بخاری)

اور یہ تو نبی اکرم ﷺ کا اعلان عام ہے کہ:

”الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء“ کی رحم کرنے والے پر عرش والا رحم فرماتا ہے۔ اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ سچ فرمایا کسی شاعر نے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

اس لئے اسلام کی رحمت اور انسانیت کو دنیا میں عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دنیائے انسانیت کو پتہ چلے کہ دین اسلام دین رحمت ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺ وما توفیقی إلا باللہ۔

۞ ۞ ۞

منہج سلف

سلف صالحین اور اہل بدعت پر نکیر

شیخ ظفر الحسن مدنی (شارجہ)

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عموماً اور علماء و مشائخ کو خصوصاً أمر بالمعروف والنھی عن المنکر کا حکم دیا ہے، ہمارے آپسی تعلقات اور ایمانی رشتہ کی بنیاد اسی أمر بالمعروف اور النھی عن المنکر اور اِصلاح و اِرشاد پر ہے، اور اسی میں ہماری فلاح ونجات ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبۃ:۷۱]

''مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و معاون اور دوست ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کی پابندی بجا لاتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے''۔

فریضہ أمر بالمعروف والنھی عن المنکر کا ترک کرنا جرم عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ وَأَكْلِهِمُ ٱلسُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝٦٢ لَوْلَا يَنْهَىٰهُمُ ٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ ٱلْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ ٱلسُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَصْنَعُونَ﴾ [المائدۃ:۶۲-۶۳]

''آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں، ظلم وزیادتی اور حرام کھانے کی طرف بڑی تیزی سے لپکتے رہتے ہیں، اور یہ لوگ جو بھی کررہے ہیں وہ بہت برے کام ہیں، ان کے علماء اور مشائخ ان کو بری باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے، ان کے علماء اور مشائخ (عوام کی اصلاح اور فریضۂ أمر بالمعروف والنھی عن المنکر کو ترک کرکے اور اس میں لاپرواہی کرکے) بہت ہی برا کررہے تھے''۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان مشائخ اور علماء کی سخت مذمت اور وعید شدید بیان کی ہے جنہوں نے فریضۂ أمر بالمعروف والنھی عن المنکر اور دعوت و اِرشاد و اِصلاح میں لاپرواہی اور مداہنت سے کام لیا، بلکہ جرم کے ارتکاب کرنے والوں سے بڑا مجرم ان مشائخ اور علماء کو قرار دیا ہے، کیونکہ عوام مجرمین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے: ﴿لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ فرمایا ہے، مگر ان کے علماء اور مشائخ کے متعلق: ﴿لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَصْنَعُونَ﴾ فرمایا ہے۔ (فتح القدیر للامام الشوکانی وغیرہ)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ:

''مافي القرآن آية أشد توبيخا من هذه الآية''

فریضۂ اُمر بالمعروف والنھی عن المنکر اور اِرشاد واصلاح کی ادائیگی میں سستی اور مداہنت کرنے والوں کے لئے اس آیت: ﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [المائدة:٦٣] سے زیادہ وعید اور زجر وتوبیخ کی کوئی دوسری آیت قرآن میں نہیں ہے۔ (ابن کثیر وغیرہ)

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ [المائدة:٧٨-٧٩]

بنی اسرائیل کے جو لوگ کفر کرتے تھے ان پر نبی اللہ داوٗد علیہ السلام اور عیسی اِبن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت بھیجی گئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد (شریعت نے حرام وحلال کے جو حدود مقرر کئے تھے ان) سے تجاوز کرتے تھے، آپس میں ایک دوسرے کو برائی سے روکتے نہیں تھے اور یہ جو کر رہے تھے وہ برا تھا۔

اس آیت میں لعنت کے دو سبب بیان کئے گئے ہیں:

1- پہلا سبب عصیان تھا، یعنی وہ واجبات وفرائض کو ترک کرتے اور محرمات ومنکرات کا ارتکاب کرکے انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی۔

2- دوسرا سبب اعتداء تھا، یعنی دین میں بدعات ومحدثات ایجاد کرکے اور غلو کرکے انھوں نے حد سے تجاوز کیا۔

سب سے بڑا منکر جس کا مٹانا سب سے پہلا فریضہ ہے:

سب سے بڑا منکر شرک وبدعات ہیں، اسی لئے سب سے پہلے ان کے مٹانے کی فکر اور کوشش ہونی چاہئے، انبیاء علیہم السلام بھی اپنی دعوت کی ابتداء توحید ورسالت کے اقرار اور شرک وبدعات کے انکار سے کرتے تھے، کیونکہ بدعات ومحدثات بھی کفر وشرک کا سبب بنتے ہیں اسی لئے سلف کہا کرتے تھے کہ: **"البدعة بريد الكفر"**

اسی لئے جس طرح توحید اور اِتباع سنت کی دعوت ضروری ہے، اسی طرح شرک وبدعات سے منع کرنا بھی ضروری ہے، جس طرح ہر شخص کے لئے توحید ورسالت کا اقرار ضروری ہے، اسی طرح شرک وبدعات سے بچنا اور انکار بھی ضروری ہے۔

بعض سلف نے سورہ الکافرون کی یہی تفسیر کی ہے کہ: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿١﴾ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٣﴾ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ﴿٤﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٥﴾ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ [الکافرون]

پہلی آیات: ﴿لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٣﴾﴾ میں کفار ومشرکین کے معبودان باطلہ اور غیر اللہ کی عبادت سے براءت وبیزاری اور انکار ہے، اس کے بعد کی دوسری آیات: ﴿وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ﴿٤﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٥﴾﴾ میں کفار ومشرکین کے طریقہ عبادت سے انکار اور براءت کا اعلان کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تو خود ساختہ طور وطریقہ اور اپنے آباء واُجداد کی ایجاد کردہ بدعات ومحدثات کے مطابق کرتے، جیسے کہ اللہ تعالی نے ان کی نماز کے متعلق فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ [الانفال:٣٥] (ابن کثیر، تفسیر ابن القیم)

اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہماری عبادات اور ہمارے اعمال صالحہ غیروں کی عبادات سے دو چیزوں میں نمایاں ہوتی ہیں:

1۔ ہماری عبادت صرف اِخلاص اور اللہ تعالی کی رضا وتقرب الٰہی کے لئے ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝١٦٢ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

2۔ ہماری عبادات اور اعمال بدعات ومحدثات اور آباء واجداد کے خود ساختہ طور وطریقہ، رسم ورواج کے مطابق نہیں ہوتے، بلکہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور سنت کے مطابق ہوتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ [الکہف:۱۱۰]

مقصد حیات:

جب ہماری خلقت اور مقصد حیات عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ ہے، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات:۵۶] ''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝١ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ [الملک:۱-۲] ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے''۔

جب یہ چیز عیاں اور مسلّم ہے کہ ہمارا مقصد حیات عبادت الٰہی ہے، اور کوئی عبادت اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ توحید خالص کے ساتھ سنت کے مطابق ادا نہ کی جائے، اور اگر ان دونوں چیزوں (توحید خالص اور اتباع سنت) میں شرک وبدعات کی ملاوٹ ہو جائے تو عبادت ضائع کردی جاتی ہے، اور سارے اعمال رائیگاں کردئے جاتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا﴾ [الفرقان:۲۳] ''اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انھیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا''۔

﴿ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام:۸۸]

اسلاف امت اور فریضہ خیرخواہی:

توحید خالص اور اتباع سنت کی اسی ضرورت واہمیت اور شرک وبدعات کے انہیں مضرات ونقصانات اور ان کی قباحتوں اور تباہ کاریوں کے پیش نظر فریضہ اُمر بالمعروف والنھی عن المنکر کی ادائیگی، اور **الدین النصیحة، الدین النصیحة، الدین النصیحة** کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالی، اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ، سنن نبویہ اور امت مسلمہ کی خیرخواہی کے جذبہ کے تحت اور اس ذمہ داری سے سبکدوشی کی غرض سے ہمارے اسلاف اپنی زبان وقلم اور دعوت وارشاد کے ذریعہ دین میں نئی ایجادات اور بدعات کے ابتدائی دور ہی سے اس کی تردید کرتے رہے جو آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے:

امام قتادہ ابن دعامہ السدوسی رحمہ اللہ متوفی تقریبا ۱۱۳ھ فرماتے ہیں جیسا کہ ان کے شاگرد عاصم الأحول کہتے ہیں کہ، قتادۃ نے مجھ سے کہا:

"يا أحول، إن الرجل إذا ابتدع بدعة، ينبغي لها أن تذكر حتى تحذر" احوال! آدمی جب بدعت کرنے لگے تو اس کو بیان کرو تا کہ لوگ بچ سکیں۔ (ابونعیم فی الحلیہ: ۲/ ۳۳۵، الدانی فی الرسالۃ الوافیۃ رقم: ۲۰۹، ابن عدی فی الکامل: ۵/ ۹۸۹۷، العقیلی فی الضعفاء: ۳/ ۲۸۰-۲۸۱، اللالکائی فی السنۃ: ۱/ ۱۵۴)

امام العز بن عبدالسلام رحمہ اللہ متوفی ۶۶۰ھ کہتے ہیں کہ:

"أوجب الله على العلماء إعزاز الدين وإذلال المبتدعين، فسلاح العالم علمه كما أنّ سلاح الملك سيفه وسنانه، فكما لايجوز للملوك إغماد أسلحتهم عن المُلحدين والمشركين، لايجوز للعلماء إغماد ألسنتهم عن الزائغين والمبتدعين . فمن ناضل عن الله وأظهر دين الله كان جديراً أن يحرسه الله تعالى بعينه التي لاتنام ،ويعزه بالعز الذي لايضام . وقد قال بعضهم : من سكت عن الحق شيطان أخرس. فالساكتون عصاة آثمون مندرجون تحت قوله تعالى: ﴿كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُۚ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ﴾". (شفاء الصدور للشیخ مرعی الکرمی: 223-224)

الامام یحیی بن یحیی رحمہ اللہ متوفی ۲۲۶ فرماتے ہیں کہ:

"الذب عن السنة أفضل من الجهاد في سبيل الله" سنت کا دفاع کرنا اور بدعات ومحدثات کی تردید کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔

امام محمد بن یحیی رحمہ اللہ نے ان کے اس قول کو سن کر ان سے سوال کیا کہ:

"الرجل ينفق ماله ويتعب نفسه ويجاهد فهذا أفضل منه؟" ایک شخص جہاد میں اپنا مال خرچ کرتا ہے، طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے، اپنی جان خطرہ میں ڈال کر جہاد کرتا ہے، تو کیا اس سے بھی زیادہ اجر وثواب بدعات ومحدثات کی تردید کرنے والا پاتا ہے؟ اور وہ مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ: جی ہاں، وہ جہاد سے بھی اُفضل ہوتا ہے۔ (الہروی فی ذم الکلام رقم ۱۰۸۱، راجع مقدمۃ الرد علی الزنادقۃ والجہمیۃ للامام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ ص ۶۲-۶۳)

اللہ تعالی نے امر بالمعروف اور النھی عن المنکر کی تاکید ضرورت اور اہمیت قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مختلف انداز میں بیان کی ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث میں مختلف انداز میں اس کی تاکید کی ہے:

1- القرآن الكريم:

امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری متوفی ۳۶۰ھ نے ایک ضخیم کتاب بنام الشریعۃ رد بدعات ومحدثات کے موضوع پر لکھی، جس میں کتاب کے شروع میں ایک باب قائم کیا: "باب ذكر الأمر بلزوم الجماعة والنهي عن الفرقة بل الاتباع وترك الابتداع" پھر اس باب کے تحت متعدد آیات نقل کرکے رد بدعات کی ضرورت اور لزوم وتاکید کو ثابت کیا ہے۔

امام الحسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ المتوفی ۵۱۶ھ نے اپنی مشہور تصنیف کتاب شرح السنۃ میں باب قائم کیا ہے کہ "رد البدع والأهواء" پھر اس باب کے تحت متعدد آیات نقل کرتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُواْ لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْۚ

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾[القصص:۵۰]

﴿يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ﴾ [ص:۲۶]

﴿ٱلَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِٱلْءَاخِرَةِ كَٰفِرُونَ﴾[الاعراف:۴۵]

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِى شَىْءٍۚ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ﴾[الانعام:۱۵۹]

اور پھر فرمایا کہ:"**هم أهل البدع والأهواء**"(راجع شرح السنۃ:۱/۱۳۰)

2- الأحاديث النبویۃ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی رد بدعات ومحدثات کا خاص اہتمام کیا تھا، کتاب (**خلق أفعال العباد**) مستقل اہل بدعات کی رد میں ہے، اور الجامع الصحیح کی کتاب الایمان، کتاب التوحید، اور کتاب الاعتصام وغیرہ میں مکمل پرزور انداز میں بدعات ومحدثات کی تردید کی ہے۔

اِمام ابوداؤدسلیمان بن الأشعث السجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے اپنی سنن کی کتاب السنہ میں ۳۲/ابواب کے ذریعہ ہرقسم کی بدعات کی تردید کی ہے،اور اِتباع سنت کو لازم قرار دیا ہے۔

اِمام الترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی السنن میں بدعات کی تردید میں مختلف ابواب قائم کئے، اِمام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی السنن کے مقدمہ میں اتباع سنت واجتناب بدعت اور ردّ بدعات کے لئے کئی اَبواب قائم کئے ہیں: مقدمہ کا پہلا باب اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور ایک باب صراحت کے ساتھ قائم کیا ہے کہ:**باب اجتناب البدع والجدل**۔

اِمام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی رحمہ اللہ کی تصنیف ''السنن'' کے مقدمہ کا بڑا حصہ رد بدعات اور تمسک بالکتاب والسنہ پر مشتمل ہے۔

3- مؤلفات مستقلۃ فی الرد علی البدع والأہواء:

بہت سے اسلاف نے مستقل کتب ورسائل بھی اس سلسلہ میں تصنیف کی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

1- کتاب الایمان للامام أبی عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ۔

2- الرد علی الزنادقۃ والجہمیۃ للامام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ متوفی ۲۴۱ھ۔

3- السنۃ للامام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ۔

4- خلق أفعال العباد والرد علی الجہمیۃ واصحاب التعطیل للامام البخاری متوفی ۲۵۶ھ الاختلاف فی اللفظ والرد علی الجہمیۃ والمشبہۃ لعبداللہ بن مسلم۔

5- الرد علی الجہمیۃ لعثمان بن سعید الدارمی؛ متوفی ۲۸۰ھ۔

6- الرد علی بشر المریسی لعثمان بن سعید الدارمی۔

7- الرد علی الجہمیۃ للامام عبدالرحمن بن أبی حاتم متوفی ۳۲۷ھ۔

8- السنۃ لأبی بکر بن الأثرم متوفی ۲۷۲ھ۔

9- السنۃ لابن ابی عاصم متوفی ۲۸۷ھ۔

10- السنۃ لعبداللہ ابن الامام أحمد بن حنبل متوفی ۲۹۰ھ۔

11- السنۃ للامام محمد بن نصر المروزی متوفی ۲۹۴ھ۔

12-السنۃ للامام أحمد بن محمد بن ہارون الخلال متوفی ۳۱۱ھ

13-التوحید لابن خزیمۃ متوفی ۳۱۱ھ۔

14-الشریعۃ للامام الآجری متوفی ۳۶۰ھ۔

15-الابانۃ للامام عبید اللہ بن بطۃ متوفی ۳۸۷ھ۔

16-التوحید للامام محمد بن إسحاق بن مندہ متوفی ۳۹۵ھ۔

17-شرح السنۃ لأبی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن أبی زمنین متوفی ۳۹۹ھ۔

18-شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ من الکتاب والسنۃ للامام الحافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ الحسن بن منصور الطبری اللالکائی متوفی ۴۱۸ھ۔

19-الحجۃ علی تارک المحجۃ لأبی الفتح نصر بن إبراہیم متوفی ۴۹۰ھ۔

أقوال السلف:

1-عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ:

"ما يأتى على الناس من عام الا أحدثوا فيه بدعة: وأماتوا فيه سنة حتى تحيا البدع وتموت السنن" (الطبرانی فی الکبیر: 8/268، والأوسط: 7/176، ابن ابی زمنین فی اصول السنۃ رقم: 244، الدانی فی الفتن: 3/623، البیھقی فی الکبری: 8/188، اللالکائی فی السنۃ: 1/114)

کوئی سال ایسا نہیں آئیگا جس میں لوگ نئی نئی بدعات ایجاد نہ کریں، اور سنتوں کو نہ ماریں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سنتیں ختم ہوجائیں گی اور بدعتیں پھیل جائیں گی۔

2-عثمان بن حاضر الازدی کہتے ہیں کہ، میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور کہا کہ: میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں سندھ کی طرف جارہا ہوں، مجھے کچھ وصیت کیجئے، تو انھوں نے فرمایا کہ: **"نعم عليك بتقوى الله والاستقامة، اتبع ولا تبتدع"**. (الدارمی: ۱/۵۳)

3-عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

"كيف أنتم إذا لبستكم فتنة: يهرم فيها الكبير، ويربوا فيها الصغير، ويتخذها الناس سُنَّة،فإذا غيرت قالوا: غيرت السنة" تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ بدعات ومحدثات بالکل عام ہوجائیں گی (بڑا طبقہ اور خاص وعام سب بدعات میں مبتلا ہوں گے) اور بدعات ومحدثات کو ہی دین سمجھ کر انہیں پر عمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بدعات ومحدثات سے بچ کر سنت پر عمل کریگا تو لوگ کہیں گے یہ شخص بدعت پر عمل کر رہا ہے، لوگوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سوال کیا کہ: **"ومتى ذاك يا أبا عبدالرحمن؟"** اے ابوعبدالرحمن، امت مسلمہ کی یہ حالت کب ہوگی؟ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"إذا كثرت قُرَّاؤكم، وقلت فقهاؤكم، وكثرت أمراؤكم، وقلت أمناؤكم، والتمست الدنيا بعمل الآخرة"** امت مسلمہ کی یہ حالت اس وقت ہوگی جب کہ امراء کثرت سے ہوں گے اور امانت دار کم ہوں گے، قراء بہت زیادہ ہوں گے، فقہاء اور علماء ربانی بہت کم ہوں گے، لوگ علم تو خوب حاصل کریں گے مگر دین کے لئے نہیں صرف دنیا کے لئے، إخلاص اور للّٰہیت بالکل ختم ہوجائے گی، أعمال صالحہ کے ذریعہ صرف دنیا حاصل کرنے لگیں گے۔ (الأدب المفرد ص ۲۷۴ رقم: ۷۸۹، الدارمی: ۱/۲۷۸، نعیم بن حماد فی الفتن: ۱/۴۱-۴۲ رقم: ۵۱، الدانی فی الفتن: ۳/۶۱۸، عبد الرزاق فی المصنف، ابن وضاح ص ۱۸۷ رقم: ۲۸۵، صحیح الترغیب: ۱/۱۵۵)

4-معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”تکون فتن یکثر فیها المال ویفتح فیها القرآن حتى يقرأه المؤمن والكافر والمرأة والرجل والصغير والكبير ، فيقرأه رجل فيقول : قرأته علانية فلا أرانى أتبع، فيقعد فی بيته ويبنى مسجدا فی داره ثم يبتدع بما ليس فی كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإياكم وما ابتدع فإنه ضلالة“

(أبو داوَد فی السنن باب من دعا إلی السنۃ:۴۶۱۱ ؛ الدارمی: ۱/۲۸۱ ؛ أبو نعیم فی الحلیۃ: ۱/۲۳۲؛ الدانی فی الفتن: ۱/۲۸۸، وابن وضاح، اللالکائی: ۱/۹۹)

5-امام سفیان الثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ :

”البدعة أحب إلى إبليس من المعصية فإن المعصية يتاب منها، والبدعة لا يتاب منها“ ابلیس لعین کو عام منکرات ومحرمات اور برائیوں کے مقابلے بدعات ومحدثات زیادہ محبوب ہوتی ہیں، کیونکہ برائیاں آدمی کرتا ہے اسے برا اور غلط سمجھتا ہے، کبھی بھی توبہ کر لیتا ہے، مگر بدعات ومحدثات کو دین اور کارثواب سمجھتا ہے، اسی لئے اس کو غلط اور گناہ نہیں سمجھتا اور اسی لئے اس پر وہ قائم رہتا ہے۔(مسند ابن الجعد: ۱۸۸۵، مجموع الفتاوی: ۱۱/۴۷۲)

6-شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ متوفی ۷۲۸ھ فرماتے تھے کہ:

”اهل البدع شر من أهل المعاصى الشهوانية بالسنّة والإجماع“ سنت اور اجماع امت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہوت پرست گنہگاروں سے بھی برے اہل بدعات ہوتے ہیں۔(الفتاوی: ۲۰/۱۰۳)

7-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ:

”ولولا من يقيمه الله لدفع ضرر هولاء – يعنى أهل البدع – لفسد الدين، وكان فساده أعظم من فساد استيلاء العدو من أهل الحرب، فإن هؤلاء إذا استولوا لم يفسدوا القلوب وما فيها من الدين الا تبعا، أما أولئك المبتدعة فهم يفسدون القلوب إبتداء“ اگر اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے علماء حق کو ان أہل بدعات ومحدثات کے مقابلے اور ان کی ایجا کردہ بدعات ومحدثات کا قلع قمع کرنے اور تردید کرنے کے لئے پیدا نہ کرتا تو یہ اہل بدعات ومحدثات اپنی بدعات کے ذریعہ اسلام کو بگاڑ کر اصل دین ختم کر ڈالتے، اور ان اہل بدعات ومحدثات کا فساد دین کسی اہل حرب دشمن کے ملک پر قبضہ کرنے کے فساد سے بڑا ہوتا ہے اور زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے، کیونکہ اہل حرب دشمن جب کسی ملک پر غالب آتے ہیں تو وہ ظاہری چیزوں اور جان ومال کو عام طور پر نقصان پہنچاتے ہیں، مگر اہل بدعات ومحدثات لوگوں کے باطن، دل وعقیدہ اور توحید وسنت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔(الفتاوی: ۲۸/۲۳۲)

8-امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی رحمہ اللہ متوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں کہ:

”فإن فرقة النجاة – وهم أهل السنة – مأمورون بعداوة أهل البدع والتشريد بهم والتنكيل بمن انحاش إلى جهتهم بالقتل فما دونه وقد حذر العلماء من مصاحبتهم“ فرقہ ناجیہ جو کہ درحقیقت أهل السنة والجماعة ہیں وہ اس بات کے مامور

ومکلف ہیں کہ اہل بدعات سے بغض ونفرت اورعناد رکھیں اور علماء ربانی ہمیشہ ان کی مجالست ومصاحبت سے دور رہنے کی تاکید وہدایت کرتے رہے ہیں۔(الاعتصام:۱/۱۵۸)

اسی طرح ہر زمانے میں سلف صالحین بدعات ومحدثات کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اور اپنی زبان وقلم سے بدعات ومحدثات کی تردید کرتے رہے، اور اس راہ میں انھوں نے کبھی مداہنت اورسکوت اختیارنہیں کیا، اوراس معاملہ میں **لايخافون في الله لومة** لائم پرعمل کرتے رہے۔

جب برصغیر میں طویل عرصہ کے بعد سرخیل جماعت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ اوران کے رفقاء ومعاصرین اوران کے تلامذہ نےعمل بالکتاب والسنہ کی تحریک چلائی تواس وقت بدعات ومحدثات کے خلاف زبردست کوششیں کی گئی، اورانہوں نے بھی اپنی زبان وقلم سے بدعات کا قلع قمع کیا، ان کی تصانیف کوعلی سبیل المثال ذکرکیا جاتاہے:

1- إيضاح الحق الصريح في أحكام الميت والضريح

تالیف: العلامۃ الشیخ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱م

العلامہ الشیخ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ’’ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح‘‘ نامی رد بدعات میں ایک کتاب لکھی، نام سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں صرف میت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، مگرایسا نہیں ہے، بلکہ یہ کتاب اتباع سنت اور رد بدعات کے موضوع پر بے مثال کتاب ہے، بہت سےعلماء اورفضلاء کا کہنا ہے کہ رد بدعات پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

شاہ صاحب نے اس کتاب کی تالیف کی وجہ خود بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ: میرے مشفق ومکرم مولوی تفضّل علی صاحب کو رسوم مذکورہ میں سنت وبدعت کے درمیان فرق وامتیاز کی خواہش ہوئی تو بندہ ضعیف امیدوار رحمۃ اللہ الجلیل اُحقر العباد محمد اسماعیل عفی عنہ سے اس کودریافت واستفسار فرمایا تو بندۂ ضعیف نے ان مسائل مستفسرہ کے جوابات کوچند اوراق میں مفصل ومدلل بیان کرکے اسے ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح کے نام سےموسوم کردیا ہے۔

2- تذکیرالاخوان:

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے شرک وبدعات کی تردید میں ایک رسالہ عربی زبان میں لکھا تھا، جس کا نام ردالاشراک رکھا، جس کے دوباب تھے، پہلے باب میں توحید کے دلائل اورشرک کی تردیداورمذمت کا بیان ہے، جس کا ترجمہ شاہ صاحب نے خود ہی اردو زبان میں کرکے تقویۃ الایمان کے نام سے شائع کردیا تھا، اوراسی نام سے وہ طبع ہوکرآج تک لوگوں میں رائج اورعام ہے، مگر دوسراباب جو اعتصام بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ کے متعلق لکھا تھا وہ سفرحج اور جہاد میں مشغولیت کی وجہ سے ترجمہ نہ کرسکے اورمعرکہ بالاکوٹ میں شہادت کے سبب دوسراباب عربی ہی میں مسودہ کی شکل میں باقی رہ گیا تھا، تقریباً شہادت کے چارسال بعد سن ۱۲۵۰ھ میں علامہ شہید اسماعیل رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید مولانا محمود سلطان کے دل میں اللہ تعالی نے اس کے ترجمہ کا شوق ڈالا تو انہوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اسکا نام تذکیرالاخوان بقیۃ تقویۃ الایمان رکھا، آج یہ کتاب اسی نام مطبوع اوردستیاب ہے، کئی مرتبہ مختلف لوگوں نے اسی کی طباعت کی ہے۔

3- علامہ سید اولاد حسن قنوجی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۳ھ

مطابق ۱۸۳۸م /روالدمحترم نواب صدیق حسن خان بھوپالی:

تذکیرالاخوان پر ایک نہایت مفید اور منظم حاشیہ لکھا اور راہ سنت کے نام سے طبع کرایا۔

4- دعوۃ الداع الی ایثارالاتباع علی الابتدع:

علامہ نواب صدیق حسن رحمہ اللہ نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب تذکیرالاخوان کا خلاصہ کرکے اس میں اتباع سنت واجتناب بدعت کے متعلق بہت سی آیات اور احادیث کو یکجا کردیا ہے، اور اخر میں بدعت اور تقلید شخصی کی تردید کی۔ (علماء اہلحدیث کی تصنیفی خدمات: ۲/ ۳۶۹)

5- مولانا ولایت علی صادقپوری رحمہ اللہ متوفی ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲م نے:

رد بدعات پر متعدد کتابیں شائع کرکے لوگوں میں عام کیا۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ازمولانامسعودعالم)

6- علامہ الشیخ عبداللہ صدیقی عرف جھاؤ میاں مئوآئمی، الہ آبادی رحمہ اللہ جنہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اولاد واحفاد خصوصا شاہ اسحاق کی اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق شاہ عبد العزیز کی شاگردی بھی نصیب ہے، توحید خالص اور اتباع سنت کے عظیم ترین داعی اور مبلغ تھے، شرک وبدعات کے تردید میں ساری زندگی اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے مشغول رہے، اور **لایخافون فی اللہ لومۃ لائم** پر عامل و قائم رہے، رد بدعات میں دو کتابیں ان کی بڑی مشہور ہیں:

- **اعتصام السنۃ وقامع البدعۃ**
- **صمصام الحدید المسلول**، رد بدعات، رسوم و رواج، رائے اور تقلید کے رد میں ہے۔

انکے علاوہ کئی کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور دیگر موضوعات پر بھی ان کی کئی مؤلفات موجود ہیں۔

(تفصیل: فقہاء ہند جلد ششم مجلد: ۳/ ۳۳۵-۳۳۶، تراجم علماء حدیث ہند، نزھۃ الخواطر، اَہل حدیث امرتسر ۱۱/ اَکتوبر ۱۹۱۸ء، علماء اہل ہند اور ان کی تصنیفی خدمات: ۱/ ۳۸۱)

7- علامہ حیدرعلی رامپوری رحمہ اللہ متوفی ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶

علامہ الشیخ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی دعوت جس کی بنیاد توحید خالص اور اتباع سنت اور شرک وبدعات کے رد پر تھی، اور انھوں نے اپنی دعوت کو اپنے وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ اپنے قلم کے ذریعے عام کیا، بہت سی کتب اور رسائل بھی لکھے جنہیں پڑھ کر اور دیکھ کر اہل بدعات اور مخالفین بھڑک اٹھے، اپنی زبان وقلم سے طرح طرح کے اعتراضات اور باطل عقائد اور کفریہ وشرکیہ اقوال واعمال کو صحیح ثابت کرنے کے لئے غلط تاویلات اور تحریفات کرنے لگے اور شاہ صاحب پر کفروارتداد کے فتاوے لگانے لگے اور جو بھی ان کی حمایت وتائید کرے ان کی بھی تضلیل وتکفیر کرنے لگے، بلکہ اسلام سے بھی خارج قرار دینے لگے تو اس وقت سب سے زیادہ جس نے اہل بدعت کی تردید اور اہل حق کے دفاع میں حصہ لیا وہ علامہ حیدرعلی رامپوری رحمہ اللہ تھے، اس سلسلے میں ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں **صيانة الأناس عن وسوسة الخناس** سب سے زیادہ مشہور ہے۔ (اہلحدیث اور سیاست: ۱۱۸-۱۱۹، تذکرۂ امام محمد اسماعیل شہید ص ۲۴۲، تراجم علماء حدیث ہند)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

مقامِ علماء

اپنے اکابر اہل علم سے وابستگی کی ضرورت

شیخ مختار محمدی مدنی (سعودی عرب)

علماء حق، راسخین فی العلم روئے زمین اور اس کائنات کی شان بان اور اس کی رونق وزینت ہیں، پوری نوع انسانیت کی دینی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہیں، اہل باطل اور شرک وبدعات کے لئے ننگی تلوار اور ہتھوڑا ہیں، وہ دنیا والوں کے لئے سورج چاند اور ستارے ہیں، ان کی مثال انسانی جسم میں روح کی ہے، جس طرح بلا روح کے جسم کا تصور نہیں کیا جاسکتا ٹھیک اسی طرح بلا علماء کے کسی صالح معاشرہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا، لوگ کھانے پینے سے زیادہ علماء کے محتاج ہیں، انسان جسمانی غذا کا ہمیشہ ضرورت مند نہیں رہتا لیکن روحانی غذا کا ہمیشہ ضرورت مند رہتا ہے انسان کو جب بھوک و پیاس لگتی ہے تب کھاتا پیتا ہے لیکن روحانی غذا کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتا، ولادت سے لے کر موت تک بلکہ اسکے بعد بھی انسان شریعت کا محتاج ہوتا ہے، جو روحانی غذا سے محروم ہے وہ جانور ہی نہیں بلکہ اس سے بدتر ہوتا ہے، یہ زمین میں اللہ کی طرف سے گواہ ہیں، اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے حاصل کرنے کا واسطہ ہیں، وہ اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والے ہیں، آسمان وزمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات ان کے لئے اللہ تعالی سے مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں، یہاں تک کہ پانی کی تہوں میں پائی جانے والی مچھلیاں بھی، ان کا ادب واحترام دین کا ادب واحترام ہے، ان کی عزت دین کی عزت ہے، ان کی توہین دین کی توہین ہے۔ اسی لئے دین میں ہمیں ان کے ساتھ جڑ کر رہنے، ان کا احترام کرنے اور ان کی اطاعت کا بصراحت حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء:۵۹]

یعنی: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں تم اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تمہیں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بیحد اچھا ہے۔

آیۃ کریمہ میں اولی الأمر سے علماء وسلاطین دونوں مراد ہیں، امور دین کے ولی علماء اور امور دنیا کے ولی سلاطین ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ان العلماء ورثة الأنبياء وان الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر". (أبو داود، ترمذی، ابن ماجہ)

یعنی: علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء دینار ودرہم کا وارث نہیں بناتے، وہ علم کا وارث بناتے ہیں جس نے اس کا حصہ پالیا وہ پورا حصہ پالیا۔

وعن عبد الله بن عمرو قالﷺ : ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف حق كبيرنا (سنن أبو داوٗد وسنن ترمذی، صحیح الترغیب) وفی روایۃ لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یوقر کبیرنا (صحیح الجامع عن أنس)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ جانے، اور دوسری روایت میں ہے وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں علماء وفقہاء اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ زمین میں آسمان میں تاروں کے مانند ہیں، تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ان سے روشنی حاصل کرتا ہے، لوگوں کو کھانے پینے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے، کتاب اللہ کی نص سے ماں باپ سے زیادہ ان علماء کی اطاعت فرض ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ کا قول ہے: **اذا ثبت أن الحق هو المعتبر دون الرجال فالحق أيضا لا يعرف دون وسائطهم بل بهم يتوصل اليه وهم الأدلاء على طريقه.** (الاعتصام)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ لوگوں کے بجائے حق ہی معتبر ہے تو یہ بھی جان لو کہ علماء کے واسطہ کے بغیر حق کی معرفت بھی نہیں ہوسکتی، انہی کے ذریعہ حق تک رسائی ہوسکتی ہے، علماء، حق جاننے کا ذریعہ ہیں۔

اکابر علماء حق ہی امت کا مرجع ہیں، وہی دین کے رہنما ہیں امت کی دینی وروحانی قیادت کا فریضہ ہر دور میں انہی علماء نے انجام دیا ہے، انبیاء کے مشن کو ہمیشہ سے انہی علماء نے آگے بڑھایا ہے کیونکہ اب دنیا میں کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنا ان سے وابستہ رہنا دین کا حصہ ہے، خصوصا بڑے بڑے مسائل میں، جس طرح بڑی بیماریوں میں انسان بڑے ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالٗا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِمۡۖ فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳]

یعنی: ہم آپ سے پہلے بھی (انسانوں ہی میں سے) مردوں کو بھیجتے رہے جن کی طرف وحی کیا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٞ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ لَٱتَّبَعۡتُمُ ٱلشَّيۡطَٰنَ إِلَّا قَلِيلٗا﴾ [النساء: ۸۳]

یعنی: جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اُس کو رسول اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہونچنے والے بڑوں کے حوالہ کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا

سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔

بڑے مسائل میں بڑے علماء کی طرف رجوع کرنے میں دین، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت ہے، جس گھر یا خاندان میں کوئی بڑا نہ ہو وہ گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے، بڑے علماء ہی کے پاس مسائل کی تہہ تک پہونچنے کی صلاحیت ہوتی ہے، وہی حالات کی نزاکتوں سے باخبر وآگاہ ہوتے ہیں، جذباتیت اور سطحیت سے بالاتر ہوتے ہیں، عواقب پر ان کی نگاہیں ہوتی ہیں، فرد سے لے کر جماعت تک بلکہ پوری امت تک کی خیر وبھلائی ان کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے، ان کے پاس اللہ کے سامنے جوابدہی کا مکمل احساس ہوتا ہے، فقہ الاولویات اور ترجیحات کی بنیاد پر کام کرتے اور فتوی دیتے ہیں، اسلام کے اصول اور فقہی قواعد وضوابط پر عمل کرتے ہیں، بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے موٹے نقصان برداشت کر لیتے ہیں اور یہ اسلام کا بہت اہم اصول ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب محمد ﷺ ومن أكابرهم، فاذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا “. (مصنف عبدالرزاق)

لوگ نیک اور دین پر برابر ثابت قدم رہیں گے جب تک وہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اپنے بڑے علماء سے علم حاصل کرتے رہیں گے، اور جب وہ چھوٹوں سے علم حاصل کرنا شروع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

چھوٹے اور کم علم والوں سے علم وفتوی لینا بالخصوص بڑے مسائل میں ہلاکت و بربادی ہے، امام مالک رحمہ اللہ اپنے استاذ امام ربیعہ کے متعلق فرماتے ہیں :

”بكى يوما بكاءاشديدا فقيل له أمصيبة نزلت بك؟ فقال: لا ولكن استفتى من لا علم عنده وظهر فى الإسلام أمر عظيم (ذكره الخطيب البغدادى فى الفقيه والمتفقه)“.

ایک دن وہ زار وقطار رونے لگے ان سے پوچھا گیا کیا کوئی آپ پر مصیبت آن پڑی ہے؟ کہا: نہیں، لیکن اسلام میں بڑا معاملہ ہوا ہے ایسے آدمی سے فتوی پوچھا گیا جس کے پاس علم نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: مجھے جب تک افتاء کے لئے امام وقت ربیعہ الرائے اور یحیی بن سعید نے اجازت نہیں دے دی تب تک میں نے فتوی دینا شروع نہیں کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تک ستر علماء نے میرے بارے میں گواہی نہیں دے دی تب تک میں نے فتوی دینا شروع نہیں کیا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ الاعتصام میں فرماتے ہیں: کسی عالم کے بارے میں جب تک علماء شہادت نہ دیں وہ اصل پر باقی ہے یعنی اسکے پاس علم نہیں ہے۔ کیونکہ ہر انسان ماں کے پیٹ سے جاہل ہی پیدا ہوتا ہے۔

محترم قارئین! ہر دور میں امت کی قیادت بڑے علماء ہی نے کی ہے اور انہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا جب خوارج کا فتنہ ظہور پذیر ہوا اور ان کے مظالم انتہاء کو پہونچ گئے تو خلیفہ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے مناظرہ کے لئے حبر امت مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حالانکہ خود علی رضی اللہ عنہ علم وفضل میں ان سے کم نہ تھے پھر بھی ان کو ترجیح دیا اس لئے کہ

نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے تفسیر قرآن کی خصوصی دعا کی تھی اس لئے ان کو ترجیح دی اور ان کو مناظرہ کے لئے روانہ کیا، خوارج کے تین بڑے اعتراضات تھے ان تینوں کا قرآنی آیات کے حوالہ سے تشفی بخش جواب دیا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دو ہزار سے زیادہ لوگوں نے توبہ کیا، اپنے خونی و باطل افکار و نظریات سے رجوع کر لیا اور دوبارہ صحابہ کرام کی صف میں داخل ہو گئے۔

سنن دارمی میں صحیح سند کے ساتھ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے جو بہت ہی مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو ایک دن صبح میں کوفہ کی مسجد میں حلقہ بنا کر اجتماعی تہلیل و تسبیح اور تکبیر و تحمید کرتے ہوئے دیکھا، کچھ جواب نہ دیا، فوراً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے دروازے پر ان کا انتظار کیا جب وہ نکلے ان سے ان لوگوں کے بارے میں بتایا، عبداللہ بن مسعود نے کہا آپ نے ان پر انکار کیوں نہیں کیا؟ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کے حکم یا آپ کی کیا رائے کا انتظار کر رہا تھا، فرمایا ان سے کیوں نہیں کہا کہ اپنے گناہوں کو گنو، پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے چہرے پر کپڑا باندھ کر نکلے تا کہ کوئی پہچان نہ سکے، مسجد میں داخل ہوئے اور جب لوگوں کو حلقہ کی شکل میں اجتماعی تہلیل وتحمید کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کہا تمہاری بربادی ہو یہ تم سب کیا کر رہے ہو؟ میں عبداللہ بن مسعود صحابی رسول ہوں، تم برباد ہو جاؤ کتنی جلدی تم ہلاک ہو گئے، ابھی نبی کریم ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور آپ کے برتن نہیں ٹوٹے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، کیا تم اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت پر ہو یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ وہ لوگ کہنے لگے اے ابو عبدالرحمن ہم صرف خیر کے طالب اور متلاشی ہیں، فرمایا: کتنے خیر کے طالب ہیں لیکن ان کو خیر نہیں ملتا ہے، کیونکہ خیر کے لئے صرف قصد و ارادہ کافی نہیں ہے، جس راستہ اور طریقہ پر چل کر خیر تلاش کیا جاتا ہے وہ طریقہ اور راستہ بھی خیر والا ہی ہونا چاہئے، غلط راستے اور غلط طریقے کو اپنا کر خیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، خیر صرف نبی اکرم ﷺ کے راستے پر ہی چل کر حاصل کیا جاسکتا ہے، قصہ کلام یہ کہ ان حلقے والا کا انجام یہ نکلا جیسا کہ اس واقعہ کے راوی عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگ نہروان میں صحابہ کرام کا ساتھ دینے کے بجائے خوارج کا ساتھ دے رہے تھے اور انہیں تیر تھما رہے تھے۔

خوارج دراصل ان کو کہا گیا جنہوں نے خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا، لیکن جو بھی امام وقت کے خلاف بغاوت کرے، حکمرانوں اور مسلمانوں کو کافر قرار دے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے ایسے لوگوں کو خارجی کہا جاتا ہے، یہ خروج کسی بھی دور میں ہوا اور یہ عقائد و نظریات رکھنے والا کوئی بھی ہو گرچہ اس نے اپنا نام کچھ بھی رکھا ہو۔

علامہ ابوالفتح شہرستانی فرماتے ہیں: خارجیوں کی ایک عام پہچان امام وقت کے خلاف غداری و بغاوت، قتل و غارت گری اور خروج ہے، اس خروج کا تعلق کسی بھی زمانہ سے ہو، صحابہ کے دور سے ہو یا ان کے بعد تابعین عظام کے دور سے ہو یا آج کسی امیر کے خلاف ہو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خارجی کا نام ہر اس شخص پر منطبق ہوتا ہے جو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے

والوں کے افعال واقوال اورنظریات وعقائد کواپنالے، ہروہ شخص جو قرآن وسنت کو فیصلہ کن شریعت وقانون ماننے سے انکار کرے، کبیرہ گناہوں کے مرتکب کوکافرقراردے اوران کو ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے، ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت کا حکم دے، ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے خارجی کہلائیں گے۔

اس واقعہ میں محل شاہد یہ ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ خودایک جلیل القدراورعلم وفضل والے صحابی ہیں آپ ﷺ نے انہیں معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے بعض علاقوں کی طرف داعی ومبلغ بنا کرروانہ کیا تھالیکن پھربھی اجتماعی ذکر کرنے والوں کے بارے میں کچھ کہنے کے بجائے اپنے سے زیادہ علم وفضل والے کاانتظارکیااورمعاملہ کوان کے حوالہ کردیا،مسئلہ بھی بہت بڑا نہیں تھا پھربھی اپنے سے بڑے کی رائے کاانتظارکیا۔

اس واقعہ میں دوسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ کسی بھی بدعت کومعمولی نہیں سمجھنا چاہئے، حلقہ کی شکل میں اجتماعی ذکر اوذکار کی بدعت بظاہرکوئی بڑی یا کفروالی بدعت نہیں تھی اس کے باوجودیہی بدعت ان لوگوں کے لئے صحابہ اورسلف صالحین کے دین اورراستہ کوچھوڑکرخوارج کے راستہ اوران کے افکارونظریات کواپنا لینے اوران کی جماعت میں شامل ہوجانے کاذریعہ بن گئی، کہا جاتا ہے کہ معمولی چنگاری پورے جنگل کوجلاکر راکھ کا ڈھیر بنادیتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جب بصرہ میں معبدالجہنی نے تقدیر کا انکارکیاتویحیی بن یعمر اورحمید بن عبدالرحمن الحمیر ی دونوں حج یا عمرہ کا قصد کرکے مکہ مکرمہ گئے تاکہ وہاں کسی صحابی سے ملاقات ہوجائے اوران لوگوں کے بارے میں ان سے رائے لے سکیں، یہ دونوں جب مسجد حرام پہونچے توصحابی رسول ﷺ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں داخل ہورہے تھے دونوں نے ان کو گھیرلیا،یحیی بن یعمرعمر میں بڑے تھے بات چیت کا انداز بھی ان کا اچھا تھا یہ بھی اتفاق ہوا کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف تھے اورحمید بن عبدالرحمن بائیں طرف، بہرکیف یحیی بن یعمر نے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا کہ بصرہ میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جوقرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں علم کی تلاش میں بھی رہتے ہیں لیکن وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں،صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤان سے کہہ دومیں ان سے بری ہوں وہ مجھ سے بری ہیں،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عبداللہ بن عمر کی جان ہے اگرکسی کے پاس احد پہاڑ کے برابرسونا ہواوروہ اللہ کی راہ میں خرچ کردے تواس کا یہ عمل اللہ کے یہاں اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک وہ تقدیر پرایمان نہ لائے، پھردلیل کے طور پراپنے والدمحترم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوری حدیث جبریل بیان کردی جس میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**الایمان أن تؤمن باللہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر وبالقدر خیرہ وشرہ**" ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے۔(صحیح مسلم)

محترم قارئین! یہ بات تومعمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ تقدیر پرایمان، ایمان کا اہم رکن ہے، اوراس کا انکارکفر ہے، اس کے باوجودان دونوں نے کوئی حکم نہیں لگایا جبکہ دونوں تابعی

ہیں ثقہ ہیں اور علم وفقہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں، یحیی بن یعمر کی توثیق ابوزرعہ، ابوحاتم، اورنسائی نے کی ہے، ابن حبان نے کہا: اپنے زمانہ کے فصیح ترین اور لغت عرب کے سب سے زیادہ جاننے والوں میں سے تھے ساتھ ہی سخت ورع والے بھی تھے، ابن سعد نے کہا: نحوی، لغت عرب اور قرآن کے عالم تھے، مرو کے قاضی تھے۔ امام ذہبی نے کہا: علم کے برتنوں اور حجت کے حاملین میں سے تھے، اور جہاں تک حمید بن عبدالرحمن کی بات ہے تو ان کے بارے میں مشہور تابعی ابن سیرین نے کہا: بصرہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اور ان کا ایک دوسرا قول ہے کہ کوفہ اور بصرۃ دونوں شہروں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور امام ذہبی نے فرمایا: بصری شیخ عالم اور ثقہ ہیں، سیر اعلام النبلاء میں امام ذہبی نے دونوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود دونوں نے اپنے سے بڑے کی طرف رجوع کیا اور ان سے فتوی لیا۔

آج ہم میں سے بہت سارے لوگوں کا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے اور پیچیدہ مسائل میں بھی کسی بڑے عالم کی طرف رجوع کئے بغیر فوراً فتوی دینا شروع کر دیتے ہیں جبکہ ان مسائل کے بارے میں اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا تو تمام بدری صحابہ کو اکٹھا کرنے کے بعد ہی کچھ حکم صادر فرماتے۔

معتبر ومستند لوگوں کی تائید بہت اہم ہوتی ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام کا گزر ایک جنازہ سے ہوا تو صحابہ نے اس کی تعریف کی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وجبت، یعنی واجب ہوگئی، پھر ایک دوسرے جنازہ سے گزر ہوا، تو صحابہ کرام نے اس کی برائی کی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وجبت، یعنی واجب ہوگئی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا جس جنازہ کی تعریف کی گئی اس کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی اور جس کی برائی کی گئی اس کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا واجب ہوگئی تو اس کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس جنازہ کی تم لوگوں نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم لوگوں نے برائی کی اس پر جہنم واجب ہوگئی، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

علماء حق پر لعن طعن کرنا یہ خارجیت کی علامت ہے، یہ اہل زیغ وضلال کی پہچان ہے، ان پر طعن وتشنیع یہ دین پر طعن وتشنیع ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سابق علماء سلف اور جو ان کے بعد ان کا اتباع کرنے والے اہل خیر واثر اور اہل فقہ ونظر ہیں ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے گا، جو ان کی برائی بیان کرے وہ سلف صالحین کے راستہ پر نہیں ہے۔ (العقیدۃ الطحاویۃ)

حافظ ابن عساکر دمشقی فرماتے ہیں: میرے بھائی جان لو اللہ ہمیں اور تم کو اپنی رضامندیوں کی توفیق دے اور ان لوگوں میں سے بنائے جو اللہ تعالی سے جتنا ڈرنے کا حق ہے اتنا ڈرتے ہیں، علماء کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں، جو ان کی تنقیص کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ کی سنت معروف ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے یعنی ذلیل کر دیتا ہے، کیونکہ ان پر ایسی چیزوں کا الزام لگانا جن سے وہ بری ہیں یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے، اور جو ان کے بارے میں جھوٹ وافترا پردازی سے کام لیتا ہے اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے، جن شخصیتوں کو اللہ نے علم کی نشر واشاعت کے لئے منتخب کیا ان سے اختلاف کرنا مذموم عادت وخصلت ہے۔ (تبیین کذب المفتری)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بعد تمام مسلمانوں پر مؤمنوں کے ساتھ محبت واجب ہے جیسا کہ قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے، بالخصوص علماء جو انبیاء کے وارث ہیں، جنہیں اللہ نے ستاروں کے مانند بنایا ہے جن کے ذریعہ بحر و بر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے، جن کی ہدایت و درایت پر مسلمانوں کا اجماع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر امت کے علماء اس امت کے سب سے برے ہوتے تھے، جبکہ امت محمدیہ کے علماء لوگوں میں سب سے بہتر ہوتے ہیں، یہ امت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہیں، نبی کی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے والے ہیں، ان کے ذریعہ سے کتاب اللہ قائم ہے اور یہ کتاب اللہ پر قائم ہیں، قرآن نے ان کی باتیں کی ہیں اور یہ قرآن کی باتیں کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی)

قارئین کرام! یہاں علماء کے تعلق سے جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے ان سے علماء حق مراد ہیں، وہ علماء جو سلف صالحین، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے عقیدہ و منہج پر قائم ہیں، کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کی طرف بلا خوف لائم لوگوں کو بلاتے ہیں، وہ علماء جن کے یہاں توحید وسنت اور سلف صالحین کے عقیدہ و منہج کی نشر و اشاعت سب سے اہم ہوتی ہے، جو شرک و بدعات و خرافات سے دور رہتے ہیں، اور اس کے خلاف مہم چلاتے ہیں، جو اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف مسئلہ کو لوٹا دیتے ہیں، جو کتاب وسنت کے نصوص کو عقل پر مقدم کرتے ہیں، شریعت کے نصوص کے درمیان جمع و تطبیق کرتے اور کتاب وسنت کے متشابہ نصوص کو محکم کی طرف لوٹا دیتے ہیں، جو حالات و مسائل کی نزاکتوں سے باخبر اور آگاہ ہوتے ہیں، خارجی، سبائی، رافضی، عقلانی، صوفی، اخوانی وتحریکی افکار ونظریات سے پاک ہوتے ہیں اور ان افکار کے حاملین سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت نہیں کرتے، جو شبہات اور فتنوں میں مضبوط پہاڑ کی طرح توحید وسنت اور منہج سلف پر قائم رہتے ہیں، جو تمام صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں، جو کسی بھی صحابی کی تنقیص نہیں برداشت کر سکتے، جو سب کے ساتھ بلند اخلاق سے پیش آتے ہیں، جو کسی کی تقلید تو نہیں کرتے البتہ ائمہ اربعہ و دیگر معتبر ائمہ دین کا ادب واحترام کرتے ہیں، یہ علماء مراد ہیں، یہ روئے زمین اور کائنات کی زینت ہیں، کتاب وسنت اور اقوال سلف میں جہاں بھی علماء کی مدح کی گئی ہے ان سے یہی علماء مراد ہیں، اسی لئے مقالہ میں اپنے اکابر اہل علم کی قید لگائی گئی ہے، اور اس قید اور لاحقہ میں پورے سلفی عقیدہ و منہج کی وضاحت ہے۔ قابل تحسین ہیں جنہوں نے درس اور مقالہ کا یہ موضوع رکھا، لہٰذا یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے، کہ قرآن وسنت میں وارد نصوص سے علماء سو، علماء باطل، علماء زیغ وضلال اور شرک وبدعت کے علماء ودعاۃ مراد نہیں ہوتے ہیں، کیونکہ یہ جنت نہیں جہنم کی طرف بلانے والے دعاۃ ومبلغین ہیں، جو ۷۲ فرقے جہنم میں جائیں گے وہ اپنے علماء سمیت جائیں گے، بلکہ علماء زیادہ قصوروار ہیں کیونکہ وہی عوام کی گمراہی کا ذریعہ اور سبب بنے ہوئے ہیں۔ اللہ سب کو ہدایت دے اور صحیح سمجھ دے آمین۔

عقیدہ ومنہج

وسطیت اور اعتدال ائمہ سلف کے اقوال کی روشنی میں

شیخ فاروق عبداللہ نراین پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

وسطیت اور اعتدال دور حاضر میں استعمال کی جانے والی سب سے خوبصورت اور پرکشش اصطلاح ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے مظلوم اصطلاح ہے۔ اس کی مظلومیت کا یہ حال ہے کہ اسے کفار ومشرکین اور یہود ونصاری کے ساتھ ساتھ منحرف افکار کے حاملین اپنے مذموم مقاصد کے لیے خوب استعمال کرتے ہیں۔

انھوں نے بڑی ہوشیاری سے اعتدال اور وسطیت کا یہ مفہوم متعارف کرایا ہے کہ رائے عامہ کے مطابق چلنا، شرعی احکامات سے دست برداری یا تساہل اختیار کرنا، بدعات وخرافات پر انکار نہ کرنا، صلح کلی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اہل سنت واہل بدعت سب سے تعلقات قائم کرنا، ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا، اور ہر حلقے میں یکساں طور پر مقبول ہونا وسطیت اور اعتدال کی علامت ہے۔

چنانچہ سنت پر عمل کرتے ہوئے جو لمبی داڑھی رکھتا ہو، ٹخنے سے اوپر پینٹ و پاجامہ پہنتا ہو، بھلائی کا حکم دیتا ہو، شرک وکفر اور بدعت وخرافات سے روکتا ہو، اہل بدعت کی ہم نشینی سے منع کرتا ہو، منحرف افکار رکھنے والوں اور ان کے افکار وبدعتوں پر رد کرتا ہو، اسے متشدد، وہابی، مدخلی، جامی اور نہ جانے کن القابات سے نوازا جاتا ہے۔

عموما لفظ وسطیت کا معنی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی اختلافی معاملہ میں درمیانی راہ اختیار کی جائے، قطع نظر اس سے کہ کتاب وسنت اور منہج سلف سے اس کی تائید ہوتی ہو یا مخالفت۔ یقینا یہ وسطیت کا بہت ہی تنگ اور ناقص مفہوم ہے۔ وسطیت کے اندر درمیانی پہلو کا معنی گرچہ موجود ہوتا ہے، لیکن صرف یہ معنی اس میں ملحوظ نہیں ہوتا، اس کا افراط وتفریط سے پاک اور خیر کے ساتھ موصوف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ افراط وتفریط سے پاک اور خیر کے ساتھ موصوف ہونا ہی وسطیت کی بنیادی شرط ہے۔ اگر کسی معاملے میں درمیانی پہلو تو موجود ہو لیکن اس میں شرعی نقطہ نظر سے خیر نہ ہو، افراط وتفریط ہو تو وہ وسطیت واعتدال نہیں۔

اللہ تعالی نے ہمیں "امت وسط" کے لقب سے نوازا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ [البقرۃ: ۱۴۳] "اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے"۔

اللہ رب العالمین کے اس اعلان کے بموجب ہم "امت وسط" ہیں۔ یہ ہمارے لیے عظیم شرف کی بات ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس خوبصورت لقب سے ملقب کیا ہے۔ اس لقب کا مطلب ومفاد یہ نہیں کہ تاریخی، جغرافیائی یا تہذیب وثقافت کے اعتبار سے ہم دوسری قوموں کے بیچ وبیچ ہیں، یا کسی بھی مسئلہ میں درمیانی راستہ اختیار کرنے والے ہیں گرچہ کتاب وسنت اور منہج سلف سے اس درمیانی راہ کی تائید نہ ہوتی ہو۔ اگر صرف درمیانی

راہ اختیار کرنا وسطیت کہلاتا تو معتزلہ بھی اس وصف کے حقدار ہوتے جو گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو نہ مسلمان مانتے ہیں نہ کافر، بلکہ کہتے ہیں کہ وہ "**منزلة بين المنزلتين**" ہیں۔ بلکہ منافقین بھی اس وصف کے حقدار ہوتے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ﴾ [النساء: ۱۴۳] ''یہ حضرات دونوں یعنی مسلمان و کفار۔ کے مابین تذبذب کے شکار رہتے ہیں، نہ ان کی طرف ہوتے ہیں، نہ اُن کی طرف''۔

ظاہر ہے اللہ تعالی نے ہمیں جس وصف سے متصف کیا ہے اس کا یہ مفہوم قطعی طور پر نہیں ہوسکتا کہ وہ معتزلہ اور منافقین پر بھی صادق آئے۔ بلکہ اپنی دنیاوی زندگی میں بھی کوئی اس سطحی مفہوم کو قبول نہیں کر سکتا، مثلا: کوئی یہ قبول نہیں کر سکتا کہ متوسط نمبرات سے کامیاب ہونے والا طالب علم پہلی پوزیشن لانے والے سے بہتر ہے، اور متوسط ذہن کا شخص ذہین وفطین اور عبقری شخص سے افضل ہے۔

پھر وسطیت اور اعتدال کا درست مفہوم کیا ہے؟ اور "امت وسط" سے کیا مراد ہے؟

جب تک اس کا درست مفہوم طئے نہ ہوا اشکالات پیدا ہوتے رہیں گے، اور لوگ اپنی اپنی خواہش کے مطابق اس کی حد بندی کرتے رہیں گے۔

جب اللہ تعالی نے کلام مجید میں ہمیں اس وصف سے متصف کیا ہے تو ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے منہج پر چلنے والے سلف صالحین سے بہتر کوئی اس کا معنی ومفہوم بیان نہیں کرسکتا۔

لہٰذا سب سے پہلے اس آیت کی تفسیر کے لیے اصل مصادر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے، اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کلام عرب میں "وسط" کا کیا معنی ہے۔

سلف صالحین کے نصوص کا مراجعہ کرنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ یہ لفظ تین معانی پر دلالت کرتا ہے:

پہلا معنی: دونوں کناروں کے درمیان اور بیچ و بیچ کو وسط کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"**البَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ، وَلاَ تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ**"

''برکت کھانے کے بیچ و بیچ نازل ہوتی ہے، اس لیے تم دونوں طرف سے کھاؤ، بیچ سے نہ کھاؤ''۔[جامع ترمذی، حدیث نمبر 1805، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے "السلسلة الصحيحة" (5/49) میں صحیح کہا ہے]

دوسرا معنی: عدل وانصاف کرنے والے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**الوَسَطُ العَدْلُ**" ''وسط سے مراد عادل یعنی انصاف کرنے والا ہے''۔[صحیح بخاری: حدیث نمبر 3339]

یہی قول سلف صالحین کی ایک جماعت مثلا عبد اللہ بن عباس، ابوسعید، مجاہد، قتادہ، ربیع، عطاء اور عبد اللہ بن ابی کثیر وغیرہم سے مروی ہے۔[دیکھیں: تفسیر طبری: 3/143-145، وزاد المسیر لابن الجوزی: 1/119]

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ (متوفی سنہ 320ھ) "عادل" کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "**عدلًا لا يميل إلى إفراط ولا إلى نُقْصَان**" ''عادل کا معنی یہ ہے کہ وہ افراط

ونقصان کی طرف مائل نہ ہو‘‘۔[نوادر الاصول فی احادیث الرسول: 93/2]

تیسرا معنی: ’’خیار‘‘ یعنی سب سے بہترین لوگ۔

بہت سارے علمائے متقدمین نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لفظ ’’عدل‘‘ کے ساتھ لفظ ’’خیار‘‘ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ یعنی ’’ہم نے تمھیں عدل کرنے والی خیر امت بنایا ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہے‘‘۔

چنانچہ ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (متوفی سنہ 276ھ) فرماتے ہیں: ’’**{جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا} أي: عَدْلا خِيارًا، ومنه قوله في موضع آخر: {قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلا تُسَبِّحُونَ} أي: خيرهم وأعدلهم**‘‘ ۔[غریب القرآن لابن قتیبہ الدینوری ص 64]

’’ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے، یعنی عدل کرنے والی سب سے بہترین امت۔ ایک دوسری آیت میں لفظ ’’وسط‘‘ اسی معنی میں وارد ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’ان میں سے اوسط شخص نے کہا کہ کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ کیوں تم اللہ تعالی کی تسبیح بیان نہیں کرتے؟‘‘ یہاں اوسط کا معنی: سب سے بہتر اور سب سے انصاف پسند شخص‘‘۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اس سے بھی واضح اور صریح الفاظ میں لفظ وسط کا یہ معنی بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: ’’**الوسط: العدلُ، وذلك معنى الخيار، لأن الخيارَ من الناس عُدولهم**‘‘.[تفسیر طبری: 142/3]

’’وسط یہ عدل ہے۔ اور یہی خیار کا معنی ہے، کیونکہ لوگوں میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عادل ہیں‘‘۔

یہی معنی مفسرین کی ایک جماعت نے مثلا علامہ سمعانی نے اپنی تفسیر (148/1) میں، علامہ بغوی نے اپنی تفسیر (174/1) میں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (457/5) میں، علامہ شوکانی نے ’’فتح القدیر‘‘ (174/1) میں اور علامہ سعدی نے ’’تیسیر الکریم الرحمن‘‘ (ص 70) میں بیان کیا ہے۔

امت وسط کی تفسیر میں سلف صالحین کے مذکورہ نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم وسطیت اور اعتدال کی تعریف کرنا چاہیں تو کہیں گے کہ ’’وسطیت اور اعتدال ایک ایسی بہترین صفت ہے جو افراط وتفریط اور غلو وتقصیر کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی ہے‘‘۔

پتہ چلا کہ وسطیت واعتدال میں بنیادی طور پر تین چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے:

1- افراط وتفریط اور غلو وتقصیر سے پاک ہو۔

2- عدل وانصاف موجود ہو، ظلم وستم نہ ہو۔

3- خیر ہو، شر نہ ہو۔

اگر کسی بھی عمل میں یہ بنیادی تین چیزیں موجود ہوں تو وہ عمل وسطیت واعتدال پر مبنی ہے، ظلم وتشدد پر نہیں۔ تمام سلف صالحین کے نصوص میں ہمیں اسی وسطیت واعتدال کا درس ملتا ہے۔

امام المفسرین علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**أرى أن الله -تعالى ذِكْرُه- إنما وصفهم بأنهم "وسَط"، لتوسطهم في الدين، فلا هُم أهل غُلوٍّ فيه غلوَّ النصارى الذين غلوا بالترهب، وقيلهم في عيسى ما قالوا فيه، ولا هُم أهلُ تقصير فيه تقصيرَ اليهود الذين بدَّلوا كتابَ الله، وقتلوا أنبياءَهم، وكذبوا على ربهم، وكفروا به؛ ولكنهم أهل توسط واعتدال فيه، فوصفهم الله بذلك، إذ**

كان أحبَّ الأمور إلى الله أوْسطُها".

''میرا ماننا ہے کہ اللہ تعالی نے انھیں وسطیت سے صرف اس لیے متصف کیا ہے کیونکہ وہ دین کے معاملے میں درمیانی راہ اپناتے ہیں، نہ وہ نصاری کی طرح غلو کرنے والے ہیں جو رہبانیت میں غلو کرتے ہیں، اور عیسی علیہ السلام کے متعلق اپنے خاص نظریات کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نہ یہود کی طرح تقصیر کرنے والے ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کو بدل ڈالا، انبیاء کو قتل کیا، اپنے رب پر بہتان تراشی کی اور اس کے ساتھ کفر کیا۔ بلکہ یہ وسطیت واعتدال والے ہیں، جس بنا پر اللہ تعالی نے انھیں اس وصف سے متصف فرمایا، کیونکہ تمام معاملات میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب امر وہ ہے جو سب سے بہتر ہو''۔ [تفسیر طبری:3/142]

کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يعني أهل دين وسط بين الغلو والتقصير, لأنهما مذمومان في الدين".

''یعنی اس دین کے متبعین غلو وتقصیر کے درمیان ہے، کیونکہ یہ دونوں مذموم صفات ہیں''۔ [دیکھیں: معالم التنزیل للبغوی:1/158]

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”أصل ذلك أن خير الأشياء أوساطها، والغلو والتقصير مذمومان“۔ [زاد المسیر فی علم التفسیر:1/119]

''اس کی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ تمام چیزوں میں سب سے بہترین چیز وہ ہے جو سب سے عمدہ واعلی ہو، اور غلو وتقصیر یہ دونوں مذموم ہیں''۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”العقیدۃ الواسطیہ“ (ص82) میں اس وسطیت واعتدال کو بڑے ہی جامع انداز میں بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت صفات الہی کے باب میں جہمیہ ومشبہہ کے مابین، افعال الہی کے باب میں قدریہ وجبریہ کے مابین، وعید کے باب میں مرجئہ وقدریہ کے مابین، ایمان کے باب میں حروریہ ومعتزلہ اور مرجئہ وجہمیہ کے مابین، اور صحابہ کرام کے باب میں روافض وخوارج کے مابین وسطیت واعتدال پر قائم ہیں۔ کیونکہ یہ تمام فرقے مذکورہ تمام ابواب میں افراط وتفریط اور غلو وتقصیر کے شکار ہیں۔

اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَلَمَّا كَانَ الْوَسَطُ مُجَانِبًا لِلْغُلُوِّ وَالتَّقْصِيرِ كَانَ مَحْمُودًا أَيْ: هَذِهِ الْأُمَّةُ لم تغل غلوّ النصارى في عيسى وَلَا قَصَّرُوا تَقْصِيرَ الْيَهُودِ فِي أَنْبِيَائِهِمْ". [فتح القدیر:1/175]

''جب وسط غلو وتقصیر سے پاک ہے تو یہ ایک محمود صفت ہے، یعنی یہ امت نہ اس طرح غلو سے کام لیتی ہے جس طرح نصاری عیسی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے ہیں، اور نہ اس طرح تقصیر وتفریط کرتی ہے جس طرح یہود انبیاء کے بارے میں تقصیر کرتے ہیں''۔

ان تمام اقوال میں خصوصی طور پر افراط وتفریط سے دور رہنے کی بات کی گئی ہے کیونکہ دونوں مذموم صفات ہیں، تو وسطیت واعتدال دو مذموم صفات کے مابین محمود صفت کو اختیار کرنے کا نام ہے، نہ یہ کہ کسی ایسی صفت کا اختیار کرنا جو درمیانی تو ہو لیکن محمود نہ ہو، بذات خود مذموم ہو جیسے کہ اوپر منزلہ بن المنزلتین اور نفاق کی مثال سے سمجھایا گیا جو درمیانی تو ہیں لیکن شرعی اصولوں کے مطابق محمود نہیں مذموم ہیں۔

اور محمود ومذموم کے مابین فرق کرنے کا معیار فقط اور فقط کتاب وسنت بفہم سلف امت ہے۔ اگر کوئی عمل کتاب وسنت اور منہج سلف کے مطابق محمود ہے تو وہی مبنی بر اعتدال ہے، چاہے کسی کی خواہش

کے موافق ہو یا نہ ہو۔اس لئے ہم کہیں گے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنا ظلم وتشدد نہیں وسطیت واعتدال ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنا، شراب پینے والوں اور جھوٹی تہمت لگانے والوں پر کوڑے برسانا، زمین پر فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانا، اہل بدعت سے دوری اختیار کرنا، اوران پر رد کرنا، صرف ایسے اہل علم سے دین کے مسائل سیکھنا جو منہج سلف پر گامزن ہوں عین وسطیت اور اعتدال ہے۔اوراس کے برخلاف کوئی دوسری راہ اختیار کرنا ہی انحراف ہے چاہے اس پر وسطیت واعتدال کا خوبصورت و پرکشش غلاف ہی کیوں نہ چڑھایا گیا ہو۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جنوبی ہند میں چل رہی "سیرت قرضاوی" کے موضوع پر ایک کانفرنس میں بعض معروف اہل علم کا خطاب سنا جو قرضاوی صاحب کو فکر اعتدال کا علمبردار باور کرا رہے تھے، حالانکہ سلفی علما کے مابین یہ مخفی نہیں کہ منہج سلف سے اعراض کرتے ہوئے قرضاوی صاحب کے گمراہ کن افکار کی فہرست کتنی طویل ہے۔ اور حکومت کے خلاف عوام کو بھڑکا کر انھوں نے کتنے معصوم جانوں کا بے دریغ خون بہانے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

ماضی قریب میں اسی مزعوم اعتدال کے نام پر کیا کچھ گل کھلایا گیا وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

بطور مثال ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

مولانا مودودی نے "مسلک اعتدال" کے نام سے ایک رسالہ لکھا (جو کہ ان کی کتاب "تفہیمات" میں موجود ہے)۔اس رسالہ میں اعتدال کی طرف دعوت دیتے ہوئے مولانا نے سنت رسول اور محدثین کے جہود کے متعلق ایسے ایسے اعتراضات اور اشکالات پیش کیے جو درحقیقت منکرین سنت کے اعتراضات ہیں۔ چنانچہ بغیر کسی اصول وضابطے کی پابندی کے محدثین کرام کے نہایت ہی ٹھوس منہج پر تنقیدیں کرتے رہے، ذوق وعقل کو ہی احادیث کی رد وقبولیت کا معیار بنایا۔محدثین پر درایت کو نظر انداز کر کے روایت پر پورا اعتماد کرنے کی الزام تراشی کی۔ اپنے ذوق وعقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیحین کی بعض احادیث (مثلاً: ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث، سلیمان علیہ السلام کی ایک ہی رات نوے بیویوں سے مجامعت والی حدیث، اور دجال کے مقید ہونے کے متعلق خبر دینے والی حدیث -جو حدیث جَسَّاسَہ کے نام سے مشہور ہے۔) کے متعلق تشکیک کا راستہ اپنایا جو بعد میں منکرین سنت کے لیے نظیر بنا۔خبر واحد کی ظنیت کا راگ الاپتے رہے اور پورے ذخیرۂ سنت کو ہی ایک طرح سے مشکوک کر ڈالا۔ الغرض منکرین سنت کے لیے چور دروازہ فراہم کرنے اور شک وشبہے کا بیج بونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔اوران سب کا نام رکھا "مسلک اعتدال"۔

ظاہر ہے اس اعتدال میں اور سلف صالحین کے نصوص میں موجود اعتدال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا کہیں اس پرکشش نعرے کی پکار سنائی دے تو اس پر فریفتہ ہونے کے بجائے اسے کتاب وسنت اور منہج سلف کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے کہ کیا یہ حقیقت میں وسطیت واعتدال ہے یا محض اس خوبصورت نام سے امت کو گمراہ کرنے کی کوشش۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ہر طرح کے فتنوں اور شکوک وشبہات سے محفوظ رکھے، اعتدال ووسطیت پر چلنے، سلف صالحین کے منہج کو سیکھنے اور اس پر آخری سانس تک ڈٹے رہنے کی توفیق وقوت عطا فرمائے۔(آمین)

باطل تحریکات

معروف مزعومہ مفکّرین کے فتنے اور ہماری سادہ لوحی

شیخ ابو احمد کلیم الدین یوسف (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

دین اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد حق و باطل کے مابین تمیز کو بیان کرنا ہے، نیز ہدایت وسنت کے راستے کی وضاحت کرنا، اس پر چلنے کی دعوت دینا ہے، اور ساتھ ہی اہل بدعت وضلالت کی گمراہیوں کو بیان کرنا، لوگوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرنا بھی ہے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُواْ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُاْ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُواْ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ﴾ [الممتحنۃ: ۴]

”تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں، ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں، اور جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے مابین عقیدہ کی بنیاد پر بغض وعداوت قائم رہے گی، لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی، کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے“۔

سلف صالحین رحمہم اللہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں ہر موضوع پر نہایت عمدہ، مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے، شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جو تشنہ رہ گیا ہو، جیسے ایک مخلص طبیب مریض کیلئے خیر خواہ ہوتا ہے اور اسے ان چیزوں سے روکتا ہے جو اس کی صحت کیلئے مضر ہوں، اور ان اشیاء کے استعمال کی ترغیب دیتا ہے جن میں اس کی تندرستی اور صحت وعافیت کا راز مضمر ہو، بالکل اسی طرح ایک مخلص عالم دین عوام الناس کیلئے طبیب کے قائم مقام ہوتا ہے جو ان کے عقیدہ ومنہج کی صحت وسلامتی کے پیشِ نظر ان پگڈنڈیوں پر چلنے سے منع کرتا ہے جہاں دن میں بھی دھندلا پن ہو، اور پائے ثبات میں لغزش پیدا ہونے کا خطرہ ہو، اور ان شاہراہِ عام پر چلنے کی تلقین کرتا ہے جہاں کی رات بھی دن کے مانند ہے۔

چناں چہ اہل بدعت کی کتابوں میں پائے جانے والے افکار انہیں دھندلی پگڈنڈیوں کے مانند ہیں جہاں قدم ڈگمگانے کا پورا خطرہ ہوتا ہے، گر چہ اس دھندلے پن میں کچھ نظر آجائے لیکن لغزش کا خطرہ ہنوز برقرار رہتا ہے، جبکہ اہل سنت اور سلف صالحین کی کتابیں ان شاہراہِ عام کی مانند ہیں جہاں اندھیرا تو دور کی بات، سنت کی ضیاء پاش کرنوں سے وہاں کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہوتی ہیں۔

اصل موضوع کو بیان کرنے سے قبل چند باتوں کا سمجھ لینا از حد ضروری ہے:

1- نبی کریم ﷺ نے شریعت کو سمجھنے کیلئے جو معیار مقرر کیا وہ "ما أنا عليه وأصحابي" ہے، اور الحمد للہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک سے بھی بدعت کا صدور نہیں ہوا، گویا نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس راستہ پر چلنے کا حکم دیا جس پر ذرہ برابر بھی بدعت کی آمیزش نہ ہو، اس لئے ہر جمعہ کے خطبہ میں **"وایاکم و محدثات الأمور، کل بدعۃ ضلالہ"** کا درس ان صحابہ کرام کو دیا کرتے تھے جن سے بدعت کا صدور ممکن نہیں تھا۔

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں کئی بدعتوں نے اور بدعتی فرقوں نے جنم لیا، جیسے خوارج، قدریہ، روافض و مرجئہ وغیرہ لیکن ہمیں ایک بھی صحابی کا قول یا عمل ایسا نہیں ملتا جس میں انہوں نے اہل بدعت کے سردار جیسے ذو الخویصرہ التمیمی، عبد اللہ الراسبی، معبد الجہنی اور عبد اللہ بن سبا وغیرہم کی کاوشوں سے استفادہ کی ترغیب دی ہو!!

حالانکہ خوارج، روافض اور قدریہ کے مذکورہ سرداروں میں کچھ نہ کچھ تو خوبی ضرور رہی ہوگی، بلکہ خوارج کی عبادت کی تعریف تو نبی کریم ﷺ نے احادیث میں کی ہے، اعتدال کا تقاضا تو یہ تھا کہ صحابہ کرام اپنے زمانے کے مسلمانوں کو خوارج سے عبادت، تلاوت، زہد و ورع اور نماز وغیرہ میں اطمینان وسکون سیکھنے کی تلقین کرتے جس طرح آج لوگ مولانا مودودی اور وحید الدین خان صاحبان سے استفادہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں، بلکہ اس کے خلاف بولنے والوں کو "برہمنیت" کا خطاب بھی دیتے ہیں...

3۔ ''سلفیت'' کسی کی جاگیر نہیں کہ جس کے منہ میں جو آئے اسے ''سلفیت'' قرار دے دے، اور جو چاہے منہ اٹھا کر ''سلفیت'' کے اصول وضوابط پر نقد کرنے لگے، ''سلفیت'' کتاب وسنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فہم سے سمجھنے کا نام ہے، اس لئے اس نام پر کچھ بیان کرنے کیلئے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ وسلف صالحین سے استدلال نہایت ضروری ہے، کیونکہ منہج و عقیدہ کے سلسلے میں **لم یدع الأول للآخر مقالا۔**

4۔ ''سلفیت'' کوئی نو وارد فکر نہیں کہ مولانا مودودی اور وحید الدین خان صاحبان جیسے لوگوں کے دفاع کیلئے اس کے اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر تہذیب وشائستگی کے ہر حد کو پار کر دیا جائے، اور اپنے اور اپنے ہم فکر لوگوں کو چھوڑ کر سب کو ''سلفی برہمن'' کا خطاب دیا جائے۔

5۔ ''سلفیت'' خالص کتاب وسنت کی تعلیم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھنے کا نام ہے، اسے سمجھنے کیلئے ہمیں مولانا مودودی اور مودودیت نواز لوگوں کی قطعی ضرورت نہیں، کیوں کہ مولانا مودودی اور وحید الدین خان جیسے گمراہ لوگوں کی گمراہ فکر کے بنا ہی ہمارا دین مکمل ہے۔

اللہ رب العالمین فرماتا ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَـٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ [النساء:۱۴۰]

''تمہیں یہ بات قرآن مجید میں بتا دی گئی ہے کہ جب تم کسی کو اللہ رب العالمین کی آیات کا انکار کرتے یا اس کا مذاق اڑاتے سنو تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ کر دوسری گفتگو نہ کریں، اگر تم نے ان کی اس کفریہ مجلس میں شرکت کی تو تم انہی کے جیسے ہوگے۔

ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں ہر قسم کے بدعتی اور فاسق و فاجر کی بدعی اور فسق وفجور کی مجلس ومحفل میں بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **''الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ،**

فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُم مَنْ يُخَالِلِ''.

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے بہت سوچ سمجھ کر دوست کا انتخاب کیا کرو''۔

اور ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''**المَرْءُ مَعَ مَن أحَبَّ**''. ''انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین عظام، تبع تابعین اور اہل سنت والجماعۃ کے تمام علماء کا اہل بدعت کے تئیں بغض وعداوت اور ان سے قطع تعلقی پر اتفاق ہے۔

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: سلف صالحین اہل بدعت کی ہم نشینی سے، ان کی کتابوں کو پڑھنے سے اور ان کی گفتگو سننے منع کیا کرتے تھے۔

1۔عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں، ان کے پاس علم بھی ہے لیکن وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سائل سے کہا:

''**فإذا لقيت أولئك فأخبرهم أني بريء منهم، وأنهم برآء مني**''. ''ان لوگوں سے جب تمہاری ملاقات ہوتو انہیں بتا دینا کہ میں ان سے بَری ہوں، اور وہ مجھ سے بَری ہیں''۔[صحیح مسلم:1/36]

2۔طلق بن حبیب مرجیٔ تھے انہوں نے جندب بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی، (پوچھنے کے انداز سے صحابی نے بھانپ لیا کہ یہ بدعتی ہے) چنانچہ جندب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''**أحرّج عليك إن كنت مسلمًا لما قمت عنّي، أو قال: أن تجالسني**''. ''فورا میری مجلس سے چلے جاؤ، اور آئندہ میری مجلس میں مت آنا''۔[الایمان، للقاسم بن سلام: ص 34، تفسیر الطبری:1/80]

3۔عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو صالح ذکوان السمان سے کہا:

''**لا تجالس أهل الأهواء ، فإن مجالستهم ممرضة للقلوب**''. ''بدعتیوں کی ہم نشینی مت اختیار کرنا، کیونکہ ان کے ساتھ رہنے اور اٹھنے بیٹھنے سے دل بیمار ہوجاتا ہے اور شبہات کا مرض لاحق ہوجاتا ہے''۔[القدر للفریابی: ص229]

4۔عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا:

''**إن نجدة يقول كذا وكذا، فجعل لا يسمع منه كراهية أن يقع في قلبه منه**''. ''نجدہ نامی بدعتی ایسا ایسا کہتا ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کو ان سنی کر دیا کہ کہیں ان کے دل میں وہ بدعت گھر نہ کر جائے''۔[شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ:1/137]

5۔ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''**ما أشركت أمة قط إلا كان بدؤه تكذيب بالقدر، وإنكم ستبلون بهم - أيتها الأمة! - فإن لقيتموهم فلا تمكّنوهم؛ فيدخلوا عليكم الشبهات**''. ''ہر امت میں شرک کی شروعات تقدیر کی تکذیب سے ہوئی ہے، اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اندر بھی اس قسم کے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں، اگر ان سے ملاقات ہوتو ان سے سوال و جواب نہ کرنا اور نہ انہیں کرنے کا موقع دینا ورنہ وہ اپنے شبہات تمہارے دل میں بٹھا دیں گے''۔[شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ:1/138]

مذکورہ بالا آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے:

1۔اہل بدعت سے براءت کا اعلان کیا جائے، اور ان سے دوری اختیار کی جائے۔

2-اگر وہ اہل سنت کی مجالس میں آکر شبہات پھیلانے کی کوشش کریں تو انہیں مجلس سے بھگایا جائے۔

3-ان کی ہم نشینی اختیار نہ کی جائے۔

4-ان کی گفتگو نہ سنی جائے۔

کسی ایک صحابی سے بھی کہیں ثابت نہیں ہے کہ وہ اہل بدعت کی مجالست اختیار کرتے تھے، یا ان کی مجلس میں شریک ہوتے تھے، یا ان کی حق بات کو مانتے تھے اور ان کے باطل کو در گذر کرتے تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اجماع تھا کہ اہل بدعت کی مجلس میں شریک ہونا یا ان کی گفتگو سننا یا ان کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ صحابہ کرام کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی ہے، اور اسی کو اجماع کہتے ہیں۔

یہی معاملہ تابعین رحمہم اللہ کے یہاں بھی تھا، چنانچہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ: ایک شخص کہتا ہے کہ میں اہل سنت کی مجلس میں بھی بیٹھتا ہوں اور اہل بدعت کی مجلس میں بھی بیٹھتا ہوں، اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ایسا شخص ہے جو حق و باطل کو یکساں سمجھتا ہے، اور اس کے درمیان مساوات کا خواہاں ہے۔

ہماری سادہ لوحی:

1-ان کا استدلال بھی تو قرآن وسنت سے ہی ہوتا ہے، جو باتیں قرآن وسنت کے موافق ہوں گی ہم اسے لے لیں گے، اور جو قرآن وسنت کے مخالف ہوں گی ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

دراصل یہ بات ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، یعنی ان کتابوں میں جو اچھی باتیں ہیں انہیں لے لو اور جو باتیں مخالف شریعت ہیں انہیں چھوڑ دو۔

عوام الناس یا نچلے درجہ کے طالب کو ایسا مشورہ دینا بالکل خطرہ سے خالی نہیں، کیوں کہ ایسے لوگوں کے پاس تو حق و باطل کے مابین تمیز کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی تو اس قاعدہ پر عمل کیسے کریں گے؟

صفا و کدر کا نعرہ لگا کر سلفیوں کو اہل بدعت کی کتاب پڑھنے کی ترغیب دینا بالکل ویسے ہی جیسے کوئی شہد میں زہر ملا کر دے اور کہے کہ اللہ رب العالمین نے شہد میں شفا رکھی ہے، تم کو شہد سے مطلب ہونا چاہیے زہر سے نہیں۔

آخر وہ کون سا ایسا موضوع جس پر سلف نے اور منہجِ سلف کے پیروکاروں نے سیر حاصل بحث نہ کی ہو کہ ہمیں ایک خارجی و معتزلی فکر کے حامل سے اس کو سمجھنے کی ضرورت پڑ گئی؟

نبی ﷺ نے ایسے فتنے کی پیشن گوئی کی ہے جس کا ظہور ان دعاۃ کی شکل میں ہوگا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے، وہ ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری زبان ہی بولیں گے، اپنی باتوں کو اسلام کے نام پر ہی پیش کریں گے، ان کی باتیں اوپر سے بڑی سنہری ہوں گی لیکن اندر سے ہلاکت و گمراہی کا ذخیرہ ہوں گی، جس طرح راکھ اوپر سے ٹھنڈی ہوتی ہے لیکن اس کے اندر چھپی ہوئی چنگاری بڑا دھماکا کر سکتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ومن هؤلاء من يكون حسن العبارة فصيحا ويدس البدع في كلامه وأكثر الناس لا يعلمون كصاحب الكشاف ونحوه حتى إنه يروج على خلق كثير ممن لا يعتقد الباطل من تفاسيرهم الباطلة ما شاء الله''.

ترجمہ: اہل بدعت میں سے بعض لوگ فصاحت و بلاغت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، چنانچہ اپنے کلام میں بدعت کی آمیزش اس انداز سے کرتے ہیں کے اکثر لوگ اس کا احساس ہی

نہیں کر پاتے، جیسے زمخشری وغیرہ''۔[مجموع الفتاوی:13/358]

شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وعظ کے سننے اور سنانے کا فائدہ یہی ہے کہ ہدایت ہو، لوگ شرک و بدعت اور معاصی سے بچیں، توحید و اتباع سنت کو لازم پکڑیں۔ اور ظاہر ہے کہ بدعتی مولویوں کے وعظ سے بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلتی ہے۔ ان کے بدعتی وعظ سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں، بدعت میں مبتلا ہوتے ہیں، سنت کو چھوڑتے ہیں، اور طرح طرح کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ **کما لا یخفی**۔

رہا یہ خیال کہ ''بدعتی مولویوں کے وعظ کے اندر جو باتیں خلاف قرآن و حدیث ہوں، ان کو سامعین خیال میں نہ لاویں اور باقی باتوں کو خیال میں لاویں''؛ صحیح نہیں۔ کیونکہ ہر شخص کو اس کی تمیز نہیں کہ کون سی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور کون موافق۔ اور جس کو اس کی تمیز ہو اسے خلاف اور ناحق اور منکر باتوں کو سن کر انکار کرنا چاہیے، ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔ ہاتھ اور زبان سے انکار کی یہی صورت ہے کہ اس بدعتی واعظ کو بدعتی وعظ سے روکے۔ اور دل سے انکار کی یہ صورت ہے کہ اس کی مجلسِ وعظ میں شریک نہ ہو۔ الحاصل بدعتی مولویوں کا بدعی وعظ سننا نہیں چاہیے۔''[فتاویٰ نذیریہ:1/239]

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: زمخشری فصیح اللسان اور بلیغ الکلام ہیں، اپنی بدعقیدگی کو ایسے خفیہ طور پر پیش کرتے ہیں کہ کسی کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا، بلکہ سمجھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہی بات درست اور عین صواب ہے، حالانکہ اس کے اندر گمراہی کا آتش فشاں چھپا ہوتا ہے، مثال کے طور پر اللہ رب العالمین نے فرمایا:﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾[آل عمران:۱۸۵]

ترجمہ: جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا یقیناوہ کامیاب ہوگیا۔

زمخشری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ:" جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ سے بڑھ کر اور کون سی کامیابی ہوسکتی ہے؟ یعنی سب عظیم کامیابی جنت کا حصول اور جہنم سے نجات ہے۔

زمخشری کا یہ کلام بہت عمدہ ہے، لیکن اس عمدہ کلام کے ذریعہ سے وہ دراصل دیدارِالٰہی کا انکار کرنا چاہتے ہیں، کیوں جنت سے بھی عظیم نعمت اور کامیابی اللہ کا دیدار ہے، اور معتزلہ اللہ کے دیدار کو مانتے ہی نہیں ہیں۔[شرح مقدمۃ التفسیر لشیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ:1/101]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بعض نوجوانوں کا تعامل دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے، جہاں کوئی فصیح اللسان، بلیغ الکلام دیکھتے ہیں ان کی باتوں کو سننے لگتے ہیں اور ان سے متاثر ہونے لگتے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں، سلف اہل بدعت کی مجلس میں جانے سے روکتے تھے، بلکہ اس مسئلہ میں سلف بہت سختی کیا کرتے تھے، اور ان کی یہ سختی مجھے بہت پسند ہے، اور سب سے زیادہ تعجب تو اس بات میں ہیں کہ وہ خود اپنے آپ پر بدعت سے خوف کھاتے تھے۔

معلوم یہ ہوا کہ اہل بدعت اپنی بات کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا یا ان کی گفتگو سننے والا ان کی بات کو حق سمجھ بیٹھتا ہے، کیونکہ وہ اپنی باتوں پر کتاب وسنت سے ہی استدلال کرتے ہیں، جب کہ حقیقت میں ان کا استدلال باطل ہوتا ہے۔

نیز اہل بدعت کا ایک ہتھیار اور طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی مجلس کی شروعات، اپنی گفتگو کا آغاز، یا اپنی کتابوں کے ابتدائی صفحات میں کتاب وسنت سے خوب استدلال کرتے ہیں، اور جب سامنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ تو کتاب وسنت سے ہی بتلا

رہے ہیں تو پھر وہ دھیرے دھیرے سنت کے ساتھ بدعت ملا کر پیش کرنا شروع کرتے ہیں، چنانچہ مفضل بن مہلہل فرماتے ہیں کہ: ”**لو كان صاحب البدعة إذا جلست إليه يحدثك ببدعته حذرته , وفررت منه , ولكنه يحدثك بأحاديث السنة في بدو مجلسه, ثم يدخل عليك بدعته, فلعلها تلزم قلبك, فمتى تخرج من قلبك**“.

مفہوم: کسی بھی بدعتی کی مجلس میں بیٹھو گے تو وہ شروع سے ہی اپنی بدعت کو بیان نہیں کرے گا، کیوں کہ اگر وہ بدعت سے ہی مجلس کی شروعات کرے گا تو تم ان کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ گے، اس لئے وہ مجلس کی ابتداء ان احادیث سے کرتا ہے جو عظمتِ سنت پر دلالت کرتی ہوں، پھر اس کے بعد دوران گفتگو اپنی بدعات کو قدرے چالاکی سے پیش کرے گا، اگر وہ بدعت سنت کے نام پر تمہارے دل میں جگہ بنا لے تو پھر کیسے باہر نکلے گی؟[الابانۃلابن بطہ:ص140]

اگر آپ غور فرمائیں تو مفضل بن مہلہل رحمہ اللہ کا یہ اثر اہل بدعت کی کتابوں پر پورے طور سے منطبق ہوتا ہے، یہ حضرات بھی اپنی کتابوں کی شروعات کتاب وسنت کے دفاع سے ہی کرتے ہیں، لیکن آگے چل کر ایسا گل کھلاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

مثال کے طور پر مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کو لے لیں، شروع کے صفحات قرآنی آیات اور اس کے ترجمہ سے مزین ہیں، احادیثوں کا انبار ہے، لیکن بعد میں جا کر انہوں نے جو گل کھلایا ہے وہ کسی صاحب عقل وخرد پر پوشیدہ نہیں ہے، خاص طور سے جنہوں نے ان کی اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ ”**خذ ما صفا ودع ما كدر**“ کا نعرہ درست نہیں، آپ صرف اور صرف فہم سلف کے مطابق کتاب وسنت کو سمجھنے کی اپنی عادت بنائیں، جس طرح آپ خالص سونا، خالص گھی، خالص دودھ اور خالص شہد وغیرہ کی تلاش میں رہتے ہیں، اس میں ملاوٹ کو پسند نہیں کرتے اسی طرح دین کے معاملات کو بھی صرف خالص قبول کریں اس میں ملاوٹ پسند نہ کریں، کیونکہ اس پر آپ کی جنت موقوف ہے، رب کی رضا کی بنیاد ہے، اور نبی کی شفاعت منحصر ہے۔

اہل بدعت کی کتابوں اور ان کی تقریریں سننے سے منع کرنے کی وجہ ان کے شبہات سے متاثر ہونا ہے، چنانچہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بدعتیوں سے علم حاصل کرنے میں دو خرابیاں ہیں:

1-**اغتراره بنفسه فيحسب أنه على حق.** وہ بدعتی عجبِ نفس میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ سمجھے گا کہ وہ حق پر ہے۔

2-**اغترار الناس به.** اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ لوگ اس سے دھوکے میں پڑ جائیں گے۔ [شرح حلیۃ طالب علم:ص 138]

یعنی جب عام لوگ دیکھیں گے کہ علماء ان بدعتیوں سے علم حاصل کر رہے ہیں تو وہ اس دھوکے میں پڑ جائیں گے کہ یہ بدعتی حق پر ہیں، کیوں کہ اگر وہ حق پر نہیں ہوتے تو یہ حق پرست علماء ان سے علم حاصل کیوں کرتے یا ان سے علم حاصل کرنے کی تلقین کیوں کرتے؟ کیوں کہ عوام کو حق وباطل کے درمیان تمیز کم ہوتی ہے، وہ اپنے علماء کی تقریر وتحریر اور ان کے تعامل وتصرف سے سیکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہود ونصاری کی کتابوں کو پڑھنے سے منع کیا ہے، حالاں کہ ان کی کتابوں پر ہمارا اجمالی ایمان ہے، اور یقینا وہ کتابیں وحی الٰہی سے خالی نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کتابوں کو پڑھنے سے روکا بلکہ ناراضگی کا اظہار بھی کیا، کیوں کہ اس میں حق کے ساتھ باطل کی بھی آمیزش ہے،

اور ہمارے پاس ایسی تعلیمات موجود ہیں جو صرف حق ہے۔

چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ یہودیوں کی کتاب کا بعض نسخہ لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے، یہ دیکھ کر نبی ﷺ غصہ ہوگئے اور فرمایا: ”**أمتهوكون يا ابن الخطاب؟! والذي نفسي بيده؛ لقد جئتكم بها بيضاء نقيّة، لا تسألوهم عن شيء فيخبروكم بحق فتكذبوا به أو بباطل فتصدقوا به، والذي نفسي بيده؛ لو أنّ موسى عليه السلام كان حياً ما وسعه إلا أن يتّبعني**“.[حدیث حسن،الارواء:6/338-340]

مفہومِ حدیث: اے عمر رضی اللہ عنہ ابھی تک تم متردد ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً میں تمھارے پاس بالکل صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں، یہود ونصاری سے کچھ نہ پوچھا کرو، ہوسکتا ہے وہ تمہیں حق بتائیں اور تم انہیں جھٹلا دو، یا جھوٹ بتائیں تو تم انہیں سچ مان لو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آج موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی مجھ پر ایمان لانا پڑتا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”**وعمر انتفع بهذا حتى أنه لما فتحت الإسكندرية وجد فيها كتباً كثيرة من كتب الروم فكتبوا فيها إلى عمر فأمر بها أن تحرق وقال: حسبنا كتاب الله**“.

نبی ﷺ کی اس نصیحت سے عمر رضی اللہ عنہ نے فائدہ اٹھایا، چنانچہ ان کے دورِ خلافت میں جب اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں اہل روم کی بہت سی کتابیں پائی گئیں، عمر رضی اللہ عنہ سے ان کتابوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ان کتابوں کا کیا کیا جائے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام کتابوں کو جلانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ ہی کافی ہے۔[مجموع الفتاوی:17/41]

مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے کہا کہ: میں نے ایک کتاب عاریتاً لی ہے، جس میں کچھ شریعت مخالف چیزیں ہیں، کیا میں اس کتاب کو پھاڑ دوں یا جلا دوں؟ تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ہاں بالکل اسے جلا دو یا پھاڑ دو، کیوں کہ اہل بدعت اپنی کتابوں میں بدعت داخل کر دیتے ہیں، میں اس قسم کی کتابوں سے سختی سے منع کرتا ہوں۔[ہدایۃ الأریب الأمجد:ص 38]

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اہل بدعت کی کتابوں سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ ان کی کتابوں کا مطالعہ بدعت اور اہل بدعت سے محبت نیز ان کے شبہات سے متاثر ہونے کا سبب بنتا ہے، اور بدعتیوں کے کتابوں کی لوگوں کے درمیان ترویج واشاعت بھی نہ کی جائے، کیونکہ ان کتابوں میں گمراہی ہوتی ہے، اور گمراہی کی جگہوں سے دور رہنا واجب ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے دجال کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا: ”**من سمع به فلينأ عنه فوالله إن الرجل ليأتيه وهو يحسب أنه مؤمن فيتبعه مما يبعث به من الشبهات**“. [رواہ أبوداود وقال الألبانی: وإسنادہ صحیح]

مفہومِ حدیث: جو دجال کے آنے کی خبر سنے وہ اس سے دور رہے، اس کے قریب نہ جائے، اللہ کی قسم ایک آدمی اپنے آپ کو مؤمن سمجھے گا اور اس کے پاس مقابلہ کرنے کے لیے جائے گا، لیکن دجال اس کو اپنے شبہات میں ایسا الجھائے گا کہ وہ اسی کا پیروکار بن کر رہ جائے گا۔[مجموع فتاوی ورسائل:5/89،بتصرف یسیر]

چنانچہ اہل بدعت کی کتابوں سے دور رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اپنے آپ کو بڑا دقاق سمجھ کر ان کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کرے اور کہے کہ میں تو خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کروں گا، اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ اس فکر سے ایسا متاثر ہوا کہ خود اس کو

بھی پتہ نہیں چلا۔

اس چیز کو سمجھنے کیلئے دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ذیل میں دو واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ ایک چھوٹی سی غلطی نے کیسے بڑے بڑوں کے منہج کو غارت کر کے رکھ دیا۔

عمران بن حطان اہل سنت والجماعت کے بڑے علماء میں سے تھے، صحابہ کرام کے شاگرد تھے، انہیں ایک لڑکی پسند آئی جو خوارج کے منہج پر تھی، عمران بن حطان نے کہا کہ میں اس سے شادی کر کے اسے اہل سنت میں تبدیل کر دوں گا، لیکن شادی کے بعد عمران بن حطان کو اس خارجی عورت نے غالی قسم کا خارجی بنا دیا، اور وہ ایسا خارجی بنا کہ علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کی تعریف میں قصیدے پڑھنے لگا۔[سیر أعلام النبلاء:5/212]

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ منہج تبدیل ہونے میں وقت نہیں لگتا، ایمان، عقیدہ اور منہج کے سلسلے میں خود اعتمادی بڑی گھاتک ہوسکتی ہے۔

اسی طرح امام دارقطنی ایک مرتبہ اشاعرہ کے امام باقلانی سے بازار میں ملے اور ان کے سر پر ایک بوسہ دیا، یہی ایک بوسہ پورے ملکِ مغرب میں اشعریت کے پھیلنے کا سبب بن گیا، کیوں کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام دارقطنی جیسے بڑے عالم کا باقلانی کو بوسہ دینا باقلانی کے عقیدہ و منہج کے درست ہونے کی دلیل ہے، اسی حسن ظن کی بنیاد پر لوگوں نے اشعری مذہب کو گلے لگالیا۔[سیر أعلام النبلاء:17/558]

خلاصہ کلام یہ کہ کب کون کیسے اور کہاں بدعت میں مبتلا ہوجائے، اور کب حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگے کسی کو نہیں معلوم، اس لئے دین کی حفاظت اور عقیدہ کی صیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اہل بدعت کی کتابوں سے مطلقا دور رہا جائے، کیونکہ ہر وہ حق بات جو اہل بدعت کی کتابوں میں موجود ہے، اس سے بہتر انداز میں اہل حق کی کتابوں میں موجود ہے۔

3۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: کیا ہماری اور آپ کی اہل حدیثیت اتنی کمزور ہے کہ اہل بدعت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یا ان کی تقریر سننے سے ختم ہوجائے گی؟

دراصل یہ سوال منہج سلف سے ناواقفیت کی دلیل ہے، اگر سوال کرنے والے کو اہل بدعت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال کی تھوڑی سی بھی واقفیت ہوتی تو وہ ایسا سوال ہرگز نہیں کرتے۔

امام الانبیاء خاتم النبیین، سید المرسلین اپنے سجدے میں بکثرت یہ دعا کرتے:

"يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك وطاعتك": ''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو تو اپنے دین و بندگی پر ثابت رکھنا''۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے اللہ کے رسول ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اس کے باوجود آپ ہمارے اوپر خوف کھا رہے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! کیوں کہ لوگوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، جیسے وہ چاہتا ہے انہیں پلٹتا رہتا ہے۔[جامع الترمذی، حدیث نمبر:2140]

یہ دعا اس خوف سے کرتے کہ کہیں رب العالمین ان کے دل کو حق سے گمراہی کی طرف نہ پھیر دے۔

کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایمان اتنا کمزور تھا کہ وہ دل کے پھیرے جانے سے ڈرتے تھے؟

عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ توریت کا نسخہ ہاتھ میں لئے پڑھ رہے تھے نبی کریم ﷺ یہ دیکھ کر غصہ سے لال ہو گئے، عمر رضی

اللہ عنہ فوراً سنبھل گئے، جس کی تفصیل سطور بالا میں گذری۔[مسند أحمد، حدیث نمبر:15156]

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[الارواء:6/33]

کیا یہ کہا جا سکتا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان اتنا کمزور تھا کہ توریت پڑھ لینے سے وہ بدل جاتے؟

ایوب السختیانی رحمہ اللہ بڑے جلیل القدر امام ہیں ان سے ایک بدعتی نے کہا کہ آپ سے ایک بات پوچھنی ہے، امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں تمہیں آدھی بات بھی پوچھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔[الشریعۃ للآ جری:1/439]

کیا ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا ایمان وعقیدہ بھی اتنا کمزور تھا کہ بدعتی کے سوال پوچھنے پر ختم ہو جاتا؟

بات دراصل یہ ہے کہ شبہات دل میں کب گھر کر جائیں یہ کسی کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه''.[صحیح بخاری، حدیث نمبر:52]

جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کر لی۔

اگر کوئی اپنی اہل حدیثیت اور اپنی سلفیت سے بے فکر ہے کہ اسے کچھ نہیں ہوگا تو وہ خواب غفلت میں ہے، کیوں کہ جب نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنے ایمان کا خوف ستاتا تھا تو پھر ہما شما چین کی نیند کیسے سو سکتے ہیں؟

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: انسان کا دل کمزور واقع ہوا ہے وہ شبہات کے حملے کو سہنے کا متحمل نہیں۔[سیر أعلام النبلاء:7/261]

اس لئے شبہات سے دور رہنا چاہئے نہ کہ اس کے قریب جانا چاہئے، اگر کوئی مضبوط اہل حدیثیت کے بعض دعویدار اس بدعتی کے افکار کو پڑھنے کی دعوت دیں، ان کی تعریف کر کے لوگوں کی نگاہ میں عظمت ورفعت بڑھانے کی کوشش کریں تو پھر ایسی اہل حدیثیت سے تو اللہ ہی بچائے۔

سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ کس کی اہل حدیثیت اور سلفیت مضبوط ہے اور کس کہ کمزور، یہ رب کے سوا کوئی نہیں جانتا، خود اپنا تزکیہ کرنا فرمان الٰہی کے مخالف ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ﴾[النجم:۳۲]

دوسری بات: بعض اہل حدیث علماء اور طلباء سر سید، مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار اور وحید الدین خان وغیرہ جیسے بعض اہل بدعت کے افکار کو پڑھنے کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔

جب کہ نبی کریم ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان پر خوف کھاتے ہوں، عمران بن حطان کی سلفیت صرف خارجی عورت سے شادی کی وجہ سے داؤ پر لگ جاتی ہو، ایوب السختیانی رحمہ اللہ بدعتی کے شبہات سے اپنی سلفیت پر خوف کھاتے ہوں اور اس کا سوال سننے کو بھی تیار نہ ہوتے ہوں، اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کا صرف ایک بوسہ لوگوں کی سلفیت کیلئے قاتل بن جاتا ہو تو ایسے میں بعض اہل حدیث علماء وطلباء کا سر سید اور مولانا مودودی کی کتابوں کو پڑھنے کی ترغیب دینا کیا اہل حدیث عوام کی اہل حدیثیت کیلئے خطرناک نہیں؟

جو لوگ سر سید، مولانا مودودی اور ان کے جیسے منحرفین کو پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں ان سے ادبا سوال ہے کہ: جب لوگ سر سید اور مولانا مودودی وغیرہما کے افکار مسمومہ اور عقائد باطلہ کو ان کی کتابوں میں پڑھیں گے تو کیا آپ ہر آدمی کے پاس جا کر انہیں کہیں گے کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ میں سر سید اور مولانا مودودی نے فلاں عقدی یا منہجی غلطی کی ہے اس لئے آپ لوگ ہوشیار رہیں؟

اور بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ آپ فرداً فرداً ہر شخص کو منع کریں گے تو کیا ضروری ہے کہ وہ آپ کے منع کرنے سے باز ہی آجائیں، یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ انہیں سر سید اور مولانا مودودی کی باطل فکر آپ کی بات سے زیادہ اچھی لگے اور پھر وہ اسی میں بہہ جائیں؟

کیوں کہ لوگ تو یہ دیکھیں گے کہ سر سید اور مولانا مودودی کے مقابلے میں آپ تو کچھ بھی نہیں، اور آپ تو خود مولانا کی تعریف کرتے ہیں، آج اس کے من کے خلاف کوئی بات ہوئی تو سر سید اور مولانا مودودی جیسی بڑی اور برگزیدہ ہستی پر یہ انگشت نمائی کررہا ہے!!!

اگر مدارس کے طلبہ کو اردو سیکھنے کی ترغیب ہی دینی ہے تو ثناء اللہ امرتسری، مولانا اسماعیل سلفی، مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا احسان الٰہی ظہیر، حافظ صلاح الدین یوسف رحمہم اللہ اور ان جیسے دیگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں کو پڑھنے کی ترغیب دیں، زبان و بیان کے ساتھ عقائد و فکر کو بھی جلا ملے گی، سلفیت واہل حدیثیت پختہ ہوگی، امور شریعت میں درک حاصل ہوگا، اور گمراہی سے دور بھی رہیں گے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ جس کے پاس جو پونجی اور سرمایہ ہوتا ہے وہ وہی خرچ کرتا ہے اور لوگوں میں تقسیم کرتا ہے، اگر آپ نے منحرفین کو پڑھ کر سرمایہ جمع کیا ہے تو لوگوں کے درمیان آپ وہی سرمایہ بانٹیں گے، اور اگر آپ نے اہل حدیث علمائے کرام کی کتابوں کو پڑھ کر سرمایہ جمع کیا ہے تو لوگوں کے درمیان وہی تقسیم کریں گے۔

4۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: مولانا مودودی، وحید الدین خان، ڈاکٹر اسرار، علی مرزا اور طارق مسعود جیسے لوگ بھی معاشرے کی غلط باتوں پر رد کرتے ہیں، اہل باطل کے شبہات کا جواب دیتے ہیں، اہل حدیثوں کی تعریف کرتے ہیں، پھر ہم ان کی کتابوں کا مطالعہ کیوں نہیں کر سکتے؟

ان کی تقریریں کیوں نہیں سن سکتے؟

اگر آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ معتزلہ نے روافض ومرجۂ پر کافی رد کیا ہے، اشاعرہ نے معتزلہ پر خوب رد کیا ہے، اس کے باوجود علمائے کرام ان کی کتابوں کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ وہ دوسروں پر رد کرکے خود کو حق پرست ثابت کرتا ہے حالانکہ کہ وہ خود بدعت کا پرچارک اور اس کی تشہیر کرنے والا ہوتا ہے، اور عوام اس کی بدعت کو یہ کہہ کر قبول کرلیتی ہے کہ یہ تو حق پرست ہے اس لئے تو اس نے فلاں اور فلاں پر رد کیا ہے، مثال کے طور پر معتزلہ ملحدین اور فلاسفہ پر کافی رد کرتے ہیں، لیکن خود انہوں نے دین کا حلیہ بگاڑ رکھا ہے، اس لئے ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ مروان بن محمد الطاطری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، دین کے سلسلے میں تین قسم کے لوگوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا:

1۔ صوفی۔

2۔ قصہ گو۔

3۔ اور ایسا بدعتی جو خود اہل بدعت اور اہل اہواء پر رد کرتا ہو۔ [ترتیب المدارک للقاضی عیاض:3/226]

مزید یہ کہ: مذکورہ بالا شخصیات ایک طرف باطل پر رد کرتے ہیں اور دوسری طرف باطل کی نشر و اشاعت میں سرگرم بھی رہتے ہیں، چنانچہ ان میں سے کوئی بعض صحابہ کرام کے خلاف لوگوں کے ذہن میں زہر گھول رہا ہوتا ہے، کوئی تقلید کے نام پر انکار سنت کے راستے ہموار کر رہا ہوتا ہے، کوئی جدیدیت کے نام پر رفض واعتزال کو فروغ دے رہا ہوتا ہے، کوئی جذباتیت کے پردے میں تکفیری اور خارجی سوچ کو رواج دے رہا ہوتا ہے، اور یہ تمام

الحاد کے دروازے ہیں، ملحدین پر رد کرکے مسلمانوں کے لئے دانستہ یا نادانستہ طور پر الحاد کے دروازے کھولنا کون سا دین کی خدمت ہے؟

5- کچھ لوگ کہتے ہیں: جب آپ ان پر رد کرتے ہیں تو صرف ان کی غلطیاں ذکر کرنے پر اکتفا کیوں کرتے ہیں؟ ان کی خوبیوں کا تذکرہ بھی کیا کیجئے، یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے...

کفار ومشرکین، یہود ونصاری اور منافقین پر اللہ رب العالمین نے متعدد مرتبہ رد کیا ہے، کہیں پر ان کی خوبیوں کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ مطلقاً رد کیا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بدعت اور اہل بدعت سے امت کو ڈرایا ہے، جب خوارج کا تذکرہ کیا تو ان کی ظاہری خوبیوں سے متاثر ہونے سے منع کیا، بلکہ آپ ﷺ نے یہ خواہش ظاہر کی اگر ایسی جماعت ان کی موجودگی میں پیدا ہوئی تو وہ انہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح قتل کرکے صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں گے۔

جن پر رد کیا گیا یقیناً ان کے اندر کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رہی ہوں گی، لیکن اس کے باوجود اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں: اللہ رب العالمین نے سورۂ بقرۃ میں شراب کے بارے میں کہا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ﴾ [البقرۃ:۲۱۹]

''لوگ آپ سے شراب اور جوا کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتا دیں کہ شراب اور جوا میں ملوث ہونا کبیرہ گناہ ہے، تاہم اس میں لوگوں کیلئے کچھ فائدہ بھی ہے، لیکن اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے''۔

اگر کوئی عالم شراب کی حرمت بیان کرے اور جوا اور قمار بازی کے نقصانات اور معاشرے پر اس کے برے اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرے، اور اس سے دور رہنے کی تلقین کرے تو کیا اس عالم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ شراب اور جوا کے فائدے بھی لوگوں کو بتائے؟

یقیناً نہیں۔

بدعت تو امت مسلمہ کیلئے شراب وجوا اور دیگر معصیات سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ شراب وجوا کو تو سب حرام اور گناہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں، لیکن بدعت کتاب وسنت کی دلیل سے مزین ہوتی ہے، دین کے نام پر پروسی جاتی ہے، اللہ اور اس کے رسول کا نام لے کر لوگوں کو سکھائی جاتی ہے اور لوگ اسے دین کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں، پھر بدعت کی اور اہل بدعت کی قباحت بیان کرتے وقت ان کی خوبیوں کو بیان کرنا کیسے جائز ہوگا؟

بدعت کی سنگینی اور اس کی خطرناکی کے پیش نظر نبی کریم ﷺ ہر جمعہ کو خطبہ میں بدعت سے دور رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے..

لیکن آپ ﷺ نے کبھی نہیں کہا کہ یہ بدعتی ہماری امت کے ہی افراد ہوں گے، جب ان کی بدعت گمراہی پر رد کرنا تو ان کی خوبیوں کا بھی تذکرہ کرنا، ان کی اچھائیوں کو بیان بھی کرنا، وغیرہ وغیرہ... بلکہ نبی کریم ﷺ سیدھے طور پر فرماتے:

''وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة''.

''سب سے بدترین امر دین کے نام پر نئی نئی بدعتوں کو ایجاد کرنا ہے، جب کہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔[صحیح مسلم:2/592]

خوارج جیسے اہل بدعت کا تذکرہ جب نبی کریم ﷺ نے کیا تو ان کی خوبیوں اور محاسن کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ یہ تمنا ظاہر کی کہ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا اور ان بدعتیوں کو قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح قتل کرتا..[صحیح بخاری:4/137،صحیح مسلم:2/741]

خلاصہ کلام یہ کہ بدعت اہل بدعت پر رد کرتے وقت ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا بالکل بھی درست نہیں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا ہے۔

6۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: جس قسم کی غلطی مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار، وحید الدین خان اور ان جیسی شخصیات سے سرزد ہوئی ہیں اگر وہی غلطی اہل حدیثوں سے سرزد ہو جائے تو آپ کا رویہ یکساں نہیں ہوتا، آپ اپنوں پر اس طرح رد نہیں کرتے جس طرح دوسروں پر رد کرتے ہیں، بلکہ انہیں قابل استفادہ بھی سمجھتے ہیں، کیا یہاں عدل وانصاف کا خون نہیں ہوتا؟

سب سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ: ایک شخص سلفی ہے، اس کے اصول وفروع تمام سلفیت والے ہیں، سلفیت کی نشر واشاعت اور اس کے دفاع میں اپنی زبان وبیان اور لوح وقلم کا استعمال کرتا ہے، اگر ایسے شخص سے کسی مسئلے میں چوک ہو جاتی ہے، کسی بدعت کا ارتکاب یا بدعتی کی تائید ہو جاتی ہے تو ان کی اس بدعت یا بدعتی کی تائید پر رد کرنے کے ساتھ ان سے استفادہ کیا جائے گا....

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بڑے بڑے اہل علم جن کے اقوال وافعال بیشتر اوقات حق وصواب پر مبنی ہوں، جو ہمہ دم حق کی جستجو میں رہیں، علم اور ذہانت وفطانت کا بحر بیکراں ہوں، زہد وورع اور صلاح وتقوی میں معروف ہوں، متبع سنت ہوں، اگر ایسے اہل علم سے غلطیاں سرزد ہو جائیں تو ہم ان کی تضلیل نہیں کرتے، اور نہ ہی گمراہ کہتے ہیں، ہاں ہم ان کی غلطیوں اور بدعات میں ان کی اقتدا نہیں کرتے، تاہم ہم ان کیلئے رب سے توبہ کی امید رکھتے ہیں۔[سیر اعلام النبلاء:5/271]

اسی طرح اگر کوئی چند مسائل میں غلطی کرے تو اسے ایسے شخص سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی جو اپنے عقائد ومناہج کیلئے خود ساختہ اصول وضوابط وضع کر لے، اپنی جماعت اور متبعین تیار کر لے، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، چنانچہ ایک ایسا بدعتی جو بدعت کا ارتکاب تو کرتا ہے لیکن بدعت کی دعوت نہیں دیتا علمائے کرام اس کی روایت قبول کرتے ہیں لیکن جو بدعتی ہو اور بدعت وگمراہی کا داعی ہو علماء اس کی روایت قبول نہیں کرتے،

امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: آپ نے ابوقطن قدری سے روایت لی ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ بدعت کا داعی نہیں ہے، اگر وہ بدعت کا داعی ہوتا تو میں اس سے روایت نہیں لیتا۔[الکفایہ فی علم الروایۃ:ص127]

نیز تمام بدعتیں ایک ہے درجہ میں نہیں ہیں کہ ان پر ایک ہی حکم لگے گا، چنانچہ خلق قرآن کے قائلین اور مرجئۃ الفقہاء کا ایک ہی حکم نہیں ہوگا، ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کچھ بدعتیں ایسی ہیں جن کے مرتکبین کی روایتیں مطلقا رد کر دی جائیں گی، جیسے جہمیہ کی بدعتیں، اور کچھ بدعتیں ایسی ہیں جن کی طرف دعوت دینے والوں کی روایتیں رد کی جائیں گی، جیسے قدریہ کی بدعتیں۔[شرح علل الترمذی:1/358]

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی واجب کی ادائیگی کسی بدعتی کا ساتھ دینے یا اس کا ساتھ لینے پر ہی ممکن ہو سکتی ہے، جیسے: شہر بصرہ میں قدریہ بکثرت موجود تھے اور ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی احادیث بھی تھیں جو دیگر لوگوں کے پاس نہیں تھیں، یہاں سنت کی حفاظت واجب تھی، اور اس واجب کی تکمیل قدریہ سے حدیث لئے بنا ممکن نہیں تھی، اس لئے یہاں اخف الضررین کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے قدریہ سے روایت قبول کی گئی، لیکن ساتھ میں داعی اور غیر داعی کی شرط بھی رکھی گئی، اگر قدریہ سے روایتیں نہیں لی جاتیں تو جو حدیثیں ان کے پاس محفوظ تھیں ان کی حفاظت ممکن نہیں ہو پاتی۔[مجموع الفتاوی:28/212 بتصرف]

قارئین کرام: بغرض مصلحت ان سے روایتیں لی گئیں لیکن

روایت لینے کے نام پر اس وقت کے علمائے کرام نے اہل سنت عوام کو قدریوں کی مجلس میں حاضر ہونے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب نہیں دی، نہ ہی قدریہ سے دیگر باب میں استفادہ کیا، لہٰذا کسی عالم کے عمل سے استدلال کرنے سے قبل ان امور کو دیکھنا ضروری ہے، ورنہ کہیں کی بات کہیں آرام سے بلا کسی مشقت فٹ کی جاسکتی ہے...

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی ملک، شہر یا جگہ میں اہل بدعت بکثرت موجود ہوتے، ان کی اعلانیہ مخالفت یا ان سے کھل کر بغض و عداوت اہل سنت کے کمزور افراد کے نقصان کا باعث ہوتی ہے، ایسی جگہوں پر مدارات سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خراسان میں اہل سنت جہمیہ کے مقابلہ میں نہایت کمزور تھے، ان سے عداوت کا اظہار کھل کر نہیں کر سکتے تھے، اس لئے امام احمد رحمہ اللہ نے انہیں مدارات کا حکم دیا، اور کھل کر عداوت کرنے سے گریز کرنے کو کہا، تاکہ کمزور اہل سنت جہمیہ کی اذیت سے محفوظ رہ سکیں۔ [مجموع الفتاوی:28/212 بتصرف یسیر]

اگر اہل علم وفن اور حق کے طلبگار نیز اس کی حفاظت و دفاع کرنے والوں سے کچھ غلطیاں سرزد ہو جائیں تو ان غلطیوں پر رد کرنے کے ساتھ ان سے استفادہ کیا جائے گا، کیونکہ ہمہ دم ان کا مقصد فہم سلف کے مطابق کتاب وسنت کی نشر و اشاعت، سنت رسول اور صحابہ کرام کا دفاع ہوتا ہے، وہ اپنے اقوال اور رائے کی بنیاد کتاب وسنت اور فہم سلف پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر ایسے لوگوں سے چوک ہو جائے تو اس چوک پر رد کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے استفادہ بھی کیا جائے گا۔

کچھ لوگ ان اہل علم پر مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار، وحید الدین خان اور ان جیسے لوگوں کو قیاس کرتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اہل علم کی صف میں شمار بھی نہیں ہوتے، نیز یہ لوگ بدعت کے دعاۃ میں سے تھے، اعتزال، رافضیت، خارجیت، صوفیت، بعض صحابہ کرام سے عداوت، نیز اہل حدیث اور سلفیوں سے عداوت ایک ساتھ مولانا مودودی اور ان جیسے لوگوں میں جمع تھیں، ہوا پرستی اور خواہش نفسانی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں نے کئی مسائل میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہی ڈھاک کے تین پات، پندار ہمہ دانی اس قدر تھی کہ ہم چنیں دیگرے نیست کی تعبیر نظر آتے تھے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک مجتہد عالم اور ہوا پرست میں فرق یہ ہوتا ہے کہ: عالم کسی کام کو حسن نیت کے ساتھ اپنے اجتہاد سے انجام دیتا ہے... جب کہ اہل ہواء اور بدعتی باتیں ظن وتخرص کی بنیاد پر کرتے ہیں، اور اسے اس یقین سے کہتے اور کرتے ہیں گویا وہی حق ہو اور دوسرا قول بالکل باطل ہو، اہل بدعت کی رائے اجتہاد اور حسن قصد پر مبنی نہیں ہوتی (کیوں کہ وہ تو اہل اجتہاد میں سے ہوتے ہی نہیں) ایسے لوگ ظالم ہوتے ہیں اور مغضوب علیھم (یہودیوں) سے مشابہت رکھتے ہیں، یا جاہل ہوتے ہیں اور ولا الضالین (نصاریٰ) سے مشابہت رکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مجتہد عالم جب خالص اجتہاد کرتا ہے تو اس کا مقصد حق کی جستجو کے سوا کچھ نہیں ہوتا، جب کہ ہوا پرست اور بدعتی حق کو جانتے ہوئے بھی حق کا انکار کرتا ہے اور اس سے عناد رکھتا ہے۔ [القاعدۃ النورانیۃ: ص 187 بتصرف]

مولانا مودودی اور وحید الدین خان نہ عالم تھے اور نہ ہی مجتہد تھے، بلکہ دور حاضر میں بدعت و گمراہی کے امام تھے!

اس کے باوجود ان دونوں گمراہ شخص کے مسموم افکار کی نشر واشاعت کیلئے انہیں ائمہ مجتہدین پر قیاس کرنے، اور اس کی آڑ میں ان دونوں صاحبان کا دفاع کرنے پر سوائے افسوس کے اور

کیا کیا جا سکتا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل بدعت قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے، عقل اور زبان و بیان سے کرتے ہیں، وہ لوگ کتاب و سنت پر اعتماد نہیں کرتے، اور نہ ہی آثار صحابہ وتابعین کو وہ خاطر میں لاتے ہیں اور نہ ہی سلف صالحین کے اجماع کی ان کو پرواہ رہتی ہے، اسی طرح یہ لوگ تفسیر بالماثور پر بھی اعتماد نہیں کرتے، یہ لوگ زبان وادب اور فصاحت و بلاغت کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں، اور یہ ملحدین کا طریقہ کار ہے۔

[الایمان لابن تیمیہ رحمہ اللہ: ص99]

ایسا لگتا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار اور مولانا وحید الدین خان جیسے لوگوں کے افکار پر ہی رد کیا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا افراد قرآن مجید کی اور دین کی تفسیر وتشریح اسی طرح کی ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور یہ معتزلہ وروافض اور مرجۂ کا طریقہ رہا ہے، اور اسی نہج پر مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار، وحید الدین خان اور ان کے جیسے لوگ چلتے آرہے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مولانا مودودی اور وحید الدین خان وغیرہما کو امام ابن خزیمہ، امام حاکم، امام نووی، امام سیوطی اور ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ پر قیاس کرنا بالکل درست نہیں، کیوں کہ ائمہ رحمہم اللہ وغیرہم نے علم حدیث کی جتنی خدمت کی ہے اس سے کہیں زیادہ آج کے زمانے میں ان دونوں صاحبان نے سنت کے تعلق سے لوگوں کو بدظن کیا ہے، اور اس کے تئیں تشکیک پیدا کی ہے۔

ایسے اشخاص کی تالیفات کے سلسلے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے حق لے لو اور جو باطل ہے اس کو چھوڑ دو، کیوں کہ ان کے یہاں جو کچھ بظاہر حق نظر بھی آتا ہے اس پر باطل کا گرہن لگا ہوتا ہے، نیز ان کے یہاں ملاوٹ کے ساتھ جو حق موجود ہے وہی حق خالص صورت میں صحیح العقیدہ علماء کے پاس بدرجہ اکمل واتم موجود ہے، ہمیں ان کے یہاں سے زہر آلودہ حق لینے کے بجائے صاف وشفاف حق سلفی علماء کے پاس سے لینا چاہئے، نہ کہ اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے ان کے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت کرنی چاہیے۔

لیکن معاملہ ایں جا رسید کہ جب ان اہل بدعت پر رد کیا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں ان کی غلطیاں نکالنے کے بجائے اپنی غلطیوں کی اصلاح کرو، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بعض اہل علم جب اہل باطل کے عقائد ونظریات پر رد کرتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ: اپنے عیوب کی اصلاح کرو، دوسروں کی غلطیوں اور عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔

ہم ایسے لوگوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ: ہر قسم کی بدعتیں خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا قول وعمل سے ان پر رد کرنا واجب اور حق ہے، ان پر رد کرنے سے گریز کرنا معیوب ہے، اور ہمارے اندر سب سے بڑا عیب یہی ہوگا کہ ہم باطل پر رد کرنا چھوڑ دیں، کیونکہ باطل پر رد واجب ہے۔[فتح ذی الجلال والاکرام: ۱۵/ ۳۳۲]

7۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: جس منہج پر آپ چل رہے ہیں یہ منہج تو برصغیر کے علمائے اہل حدیث کا نہیں تھا؟؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: ہم بعینہ اس منہج پر چل رہے ہیں جس پر برصغیر کے علمائے اہل حدیث قائم تھے، اور ان سے ہی ہم نے یہ پختہ اور صالح منہج سیکھا ہے، اہل حدیثوں کا کیا منہج ہے؟ کہاں سے ماخوذ ہے؟ اس کا جواب مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:...اہل حدیث نے کتاب وسنت کے فہم میں کسی فرد کی امامت کے بجائے ائمہ سلف اور صحابہ کرام کو اپنا امام تصور کیا ہے، اور فروع وعقاید اور تصوف

وزہد میں ان بزرگوں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اور نہ شخصی آراء وافکار کو ائمہ سلف اور صحابہ کرام کا بدل سمجھا۔.''

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''اہل حدیث کا مقصد یہ تھا کہ اجتہادی امور میں تقلید اور جمود کو دین میں پنپنے نہ دیا جائے، بلکہ صحابہ اور ائمہ اسلام کے اجتہاد سے وقت کے مصالح کے مطابق فائدہ اٹھایا جائے اور فقہی فروع میں جمود اور فرقہ پروری کی حوصلہ افزائی نہ ہونے پائے، اصل نظر کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مرکوز رہے۔

کتاب وسنت میں اگر کسی مسئلہ یا وقتی حادثہ کے متعلق صراحت موجود نہ ہو تو اس کا فیصلہ محض کسی شخصی رائے کے مطابق نہ ہو، یا کسی علاقے کے علماء اپنے مخصوص افکار امت پر نہ ٹھونس دیں، بلکہ اصل مطمح نظر صحابہ اور اسلاف کرام کی وسعت نظر ہو، جمود اور شخصیت پروری سے امت میں ضیق نہ پیدا کیا جائے''۔

ایک جگہ سنن دارمی کے مقدمہ سے تین ابواب کا نام نقل کرتے ہیں: ''اہل بدعت وضلالت سے دوری اختیار کرنے کا باب''، ''اہل بدعت سے دوری اختیار کرنے، اور علم وعلماء کی فضیلت کا باب''، ''غیر اللہ کیلئے علم حاصل کرنے والوں پر سرزنش کا باب''، ان تینوں ابواب کو نقل کرنے بعد مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان تمام ابواب اور سلف اہل علم کے ذکر کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کے بعد ائمہ سلف کے طریق کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں، شخصی آراء وافکار اور تقلید جامد سے اذہان کو ہر قیمت پر آزاد رکھنا چاہتے ہیں، لیکن اہل بدعت کی سی ذہنی آوارگی کسی قیمت پر بھی پسند نہیں کرتے''۔

مذکورہ بالا تمام اقوال مولانا سلفی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحریک آزادئ فکر'' سے ماخوذ ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا اقوال سلف صالحین کے منہج کی اتباع اور اس سے تمسک پر دلالت کرتے ہیں، اور ان اقوال سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ برصغیر کی اہل حدیثیت اور سلفیت سلف صالحین کی سلفیت کا ہی امتداد ہے۔

برصغیر کے سلفی علمائے کرام رحمہم اللہ نے اسی سلفیت اور اہل حدیثیت اور منہج کی دعوت دی ہے جس پر قرون اولی کے علماء قائم تھے۔

اہل بدعت کے تئیں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے اس تعلق سے نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت یہی ہے کہ روافض، خوارج، جہمیہ، قدریہ، مرجئہ، کرامیہ اور معتزلہ جیسے بدعتیوں اور گمراہ فرقوں کو چھوڑ کر ان سے دوری اختیار کی جائے، ان سے بحث ومناظرہ سے پرہیز کیا جائے، نہ ان کی کتابوں کو پڑھا جائے اور نہ ہی ان کی باتوں کو سنا جائے... [قطف الثمر: ص 144]

ایک جگہ فرماتے ہیں: بدعت وگمراہی کے دعاۃ سے دوری اختیار کرنا اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔[قطف الثمر: ص140]

اب جس جماعت میں اور اس کے قائدین میں مذکورہ تمام گمراہ فرقوں کی بدعتیں جمع ہوں، بلکہ مزید نت نئی بدعتیں اور گمراہیاں موجود ہوں ان کے بارے میں نواب صاحب رحمہ اللہ کی کیا رائے ہوتی؟

علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ سورہ انعام کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کیلئے بہت ہی عظیم نصیحت ہے جو ان بدعتیوں کی ہم نشینی اختیار

کرنے میں تساہل برتتے ہیں جو اللہ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں، کتاب وسنت سے کھلواڑ کرتے ہیں، اس کے معانی ومطالب کو اپنی گمراہ کن خواہشات، فاسد تقلید اور بے کار بدعت کے مطابق بیان کرتے ہیں، چنانچہ ان اہل بدعت کی ہم نشینی اختیار کرنے میں تساہل برتنے والا اگر ان کی بدعتوں پر رد نہیں کرتا تو کم از کم ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دے، ان اہل بدعت کی مجلس سے دوری اختیار کرنا اس کیلئے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔

اور اگر اہل سنت ان بدعتیوں کی مجلس میں بلا کسی شرعی سبب کے شریک ہوں گے تو ممکن ہے کہ بدعتی حضرات ان کے شریک ہونے کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کریں، اور عوام کو شبہ میں ڈالیں کہ (دیکھو اگر ہم اچھے نہیں ہوتے تو فلاں فلاں اہل سنت کے علماء وفضلاء ہماری مجلس میں شریک نہیں ہوتے) ایسی صورت میں ان کی مجلس میں شریک ہونا ان کی باتوں کو سننے سے زیادہ فساد کا باعث ہوسکتا ہے!!!

ہم نے اس قسم کی لعنت والی بے شمار مجلسیں دیکھی ہیں، لیکن ہم نے حق کی نصرت وتائید اور باطل کے رد میں اپنی پوری کوشش جھونک دی اور کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

جسے شریعت مطہرہ کی معرفت ہے وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ جتنی خرابی اور بگاڑ اہل بدعت اور گمراہ کن افکار ونظریات کے حاملین کی ہم نشینی اختیار کرنے اور ان کی مجلس میں شریک ہونے میں ہے اتنی خرابی تو گناہ اور حرام کا ارتکاب کرنے والوں کی مجلس میں شریک ہونے میں بھی نہیں، بالخصوص وہ لوگ جنہیں کتاب وسنت کا علم نہ ہو، اور نہ ہی ان علوم میں درک حاصل ہو ان کیلئے اہل بدعت کی مجلس میں شریک ہونا یا ان کی ہم نشینی اختیار کرنا تو اور زیادہ خطرناک اور فساد وبگاڑ کا باعث ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بدعتی اپنے جھوٹ، بدعات وخرافات اور ضلالت وگمراہی کو اس کے سامنے اس انداز میں پیش کرے کہ اس شخص کو وہ چیز اچھی لگے اور اس کے دل میں اس طور پر گھر کر جائے کہ اس کا علاج بہت ہی مشکل ہو جائے، اور پھر وہ زندگی بھر اس بدعت کو حق سمجھ کر عمل کرتا رہے اور اسی حال میں اس کی موت بھی ہو جائے، حالانکہ وہ عمل بالکل باطل اور منکر تھا۔[فتح البیان فی مقاصد القرآن: 165/4]

سطور بالا میں اہل بدعت کی مجلس میں شرکت کے متعلق میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قیمتی کلام گذر چکا ہے۔

اہل حدیث علمائے کرام کے مذکورہ بالا کلام پر مطلع ہونے کے باوجود کیا ہم پر یہ الزام لگانا مناسب ہوگا کہ ہم برصغیر کے علمائے اہل حدیث کے منہج پر نہیں ہیں؟

یہاں ایک بات سمجھنا از حد ضروری ہے کہ جن علمائے کرام نے شرعی علوم وفنون میں سے کسی فن کی خدمت کی ہو اور اس میں مہارت رکھتے ہوں، لیکن عقیدے کے بعض مسائل میں ان سے لغزش ہوئی ہو، جیسے امام سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ۔

سیوطی رحمہ اللہ علوم حدیث کے ماہرین میں سے ہیں، اور انہوں نے باضابطہ اس فن کی خدمت کی ہے، اسی طرح سے وہ تمام علماء جنہوں نے علوم شرعیہ کی خدمت کی ہو لیکن عقیدے کے بعض مسائل میں ان سے خطاء ہوئی ہو ان سے مذکورہ شروط وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف اسی فن میں ان کی کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جس میں وہ مہارت رکھتے ہوں۔

البتہ جو کسی فن کا ماہر نہ ہو، بلکہ اسلام میں انہوں نے فتنے برپا کئے ہوں تو ان کی کتابوں سے بالکلیہ استفادہ نہیں کر سکتے، اس لئے آپ دیکھیں گے کہ اہل علم میں سے کوئی بھی ذوالخویصرۃ التمیمی، عبداللہ بن سبا، معبد الجہنی، واصل بن عطاء، عمرو بن عبید،

بشر المریسی، ابو منصور ماتریدی، ابن عربی وغیرہم کی کتابوں سے یا ان کے کلام سے استفادہ نہیں کرتے، اور نہ ہی ان سے کچھ نقل کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے اکثر فرقہ ضالہ وباطلہ کے بانی تھے، فصاحت وبلاغت اور علم کلام کے ماہر تھے، دین اسلام کے نام پر ہی اپنے مقالات وتالیفات نشر کرتے تھے اور کتاب وسنت کا دم بھرتے تھے، لیکن اہل علم نے ان کی طرف التفات ہی نہیں کیا۔

اسی طرح آج کے زمانے میں بھی بعض حضرات نے اسلام کے نام اپنے مسمومہ افکار ونظریات کو اسلام کا جامہ پہنایا، اور کتاب وسنت کی خدمت کے نام پر ان کی نشر واشاعت کرنے لگے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انکار سنت کا شجر زقوم پھلدار ہونے لگا، خوارج ومعتزلہ اور اشاعرہ وصوفیہ کے عقائد کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، تکفیر کا بازار پھر سے گرم ہوا، اصحاب رسول ﷺ کی صداقت وثقاہت مشکوک ہوتی نظر آنے لگی۔

ایسے لوگوں کو امام نووی، سیوطی، ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہم پر قیاس کرنا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں، کیوں کہ جس طرح امام نووی، ابن حجر اور سیوطی رحمہم اللہ وغیرہ نے علم حدیث کی خدمت کی ہے اس سے کہیں زیادہ آج کے زمانے کے علم کے دعویداروں نے سنت کے تعلق سے لوگوں کو بدظن کیا ہے اور تشکیک پیدا کی ہے۔

ایسے اشخاص کی تالیفات کے سلسلے میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے حق لے لو اور جو باطل ہے اس کو چھوڑ دو، کیوں کہ ان کے یہاں جو کچھ بظاہر حق نظر بھی آتا ہے اس پر باطل کا گرہن لگا ہوتا ہے، نیز ان کے یہاں ملاوٹ کے ساتھ جو حق موجود ہے وہی حق خالص صورت میں صحیح العقیدہ علماء کے پاس بدرجہ اکمل واتم موجود ہے، تو پھر ہمیں ان کے یہاں سے زہر آلودہ حق لینے کے بجائے صاف وشفاف حق سلفی علماء کے پاس سے لینا چاہئے۔

اس لئے مذکورہ اشخاص کے شبہات وتلبیسات سے مسلمانوں کے عقیدہ، افکار اور منہج کی حفاظت کی خاطر ان کی کتابوں سے بالکلیہ تحذیر کرنا، اور ان سے دور رہنے کی تلقین کرنا نہایت ضروری ہے۔

اخیر میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کی نصیحت کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں، امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اتقوا الله معشر المسلمين، واقبلوا نصح الناصحين، وعظة الواعظين، واعلموا أن هذا العلم دين فانظروا ما تصنعون وعمن تأخذون وبمن تقتدون ومن على دينكم تأمنون؛ فإن أهل البدع كلهم مبطلون أفّاكون آثمون لا يرعوون ولا ينظرون ولا يتقون. إلى أن قال: فكونوا لهم حذرين متهمين رافضين مجانبين، فإن علماءكم الأولين ومن صلح من المتأخرين كذلك كانوا يفعلون ويأمرون“.[تاریخ دمشق:6/362]

”اے مسلمانوں اللہ رب العالمین کا تقوی اختیار کرو، وعظ نصیحت کرنے والے کے پند ونصائح قبول کرو، علم حاصل کرنا در اصل دین ہے، تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو، کس کی اقتدا کر رہے اور کسے دین کا امین سمجھ رہے ہو یہ سب اچھی طرح دیکھ لو اور سمجھ لو، کیونکہ تمام بدعتی جھوٹے، مکار اور باطل پرست ہوتے ہیں، وہ اللہ سے نہیں ڈرتے، اس لئے ان سے بچ کر رہو، ان سے دوری اختیار کرو، ان کی باتوں کو قبول نہ کرو، تمہارے متقدمین ومتاخرین علماء کا یہی منہج تھا، اور وہ انہی باتوں کا حکم دیتے تھے“۔

بحث ونظر

عوام وخواص میں تحریکی جراثیم

ڈ/اجمل منظور مدنی (وکیل جامعۃ التوحید بھیونڈی ممبئی)

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جسے دیکر اللہ رب العالمین نے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے لیے مبعوث کیا ہے تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست پر لائیں اور اسے شرک و بدعت کی کھائی سے نکال کر توحید کی روشن راہ پر گامزن کریں۔

سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے جو دعوتی مشن سونپا گیا تھا اسے آپ نے اپنی تیئس سالہ نبوی زندگی میں پایہ تکمیل تک پہنچایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ﴾ [مائدہ:۶۷]

ترجمہ: اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہونچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔

حتی کہ زندگی کے آخری وقت میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں موجود ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام سے اسی دعوت دین اور اسکی تبلیغ کی شہادت لی نیز دوسروں تک اسے پہونچانے کا وعدہ بھی لیا اور سب نے یک زبان ہو کر اس بات کا اقرار کیا کہ آپ نے دین کو پورا پورا پہونچا دیا ہے اور ہم بھی دوسروں تک اسے اسی طرح پہنچائیں گے جس طرح ہم نے آپ سے اسے حاصل کیا ہے۔

لیکن جب ہم تحریکیوں کی فکر و دعوت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بالکل اسکے برعکس پاتے ہیں، یعنی یہ انبیاء کے اس اصل دعوتی مشن کو تحریک وانقلاب اور حصول اقتدار میں بدل کر پیش کرتے ہیں، اسکے لئے انہوں نے ایک طرف کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے اندر تحریف کر کے اسے الوہیت سے حاکمیت کا معنی پہنایا اور اسی حاکمیت کو انبیاء کا اصل مشن بتا دیا۔

تو دوسری طرف دین کے احکام وفرائض کو ٹریننگ کورس کہہ کر عوام کی نظر میں انکی وقعت گھٹا دی تاکہ انہیں اقامت دین کے نام پر اپنے مزعومہ نصب العین قیام اقتدار کیلئے اکٹھا کر سکیں۔ اسکے لئے ضرورت تھی دعوت اتحاد کی، سو انہوں نے اپنے اس مزعومہ مقصد کو پورا کرنے کیلئے دین کے اہم فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی پس پشت ڈال دیا؛ کیونکہ تمام فرقوں کو اکٹھا کرنے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ تھی۔

اس طرح دین کے نام پر حصول اقتدار کیلئے انہوں نے عوام وخواص ہر ایک کے اندر طرح طرح کے جراثیم پھیلائے جن سے بھاری اکثریت متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی بالخصوص سلفی نوجوان، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان تحریکیوں کے ان جراثیم کو ایکسپوز کیا جائے تاکہ آج کے نوجوان اس طرح کے تحریکی جراثیم سے محفوظ رہ سکیں۔

ذیل میں ان جراثیم کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

1۔ عقیدہ توحید کی اہمیت کو کم کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا:

چنانچہ یہ عقیدۂ توحید سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم نے عقیدے کی پیچیدگیوں میں لوگوں کو پھنسا کر اصل مقصد سے دور کر دیا ہے، جبکہ یہ تمام انبیاء کی دعوت رہی ہے، زندگی بھر انہوں نے لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دی ہے، نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس تک اسی عقیدے کی طرف لوگوں کو بلایا۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو توحید الوہیت اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے۔

مگر ان لوگوں نے اس عقیدے سے لوگوں کو بھٹکانے کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں جن میں سب سے بڑا ابلیسی ہتھکنڈا یہ اپنایا کہ توحید الوہیت اور عقیدۂ توحید کا معنی ہی بدل دیا، چنانچہ اسے توحید حاکمیت کا معنی دے دیا۔ اور بدترین جراءت کا مظاہرہ کرکے یہاں تک کہہ دیا کہ انبیاء کو اسی توحید حاکمیت کیلئے بھیجا گیا تھا مگر اس کے قیام میں اکثر ناکام رہے، چند انبیاء ہی کامیاب ہوسکے **نعوذ باللہ من ھذا الخذلان والھذیان**، ان میں سلیمان اور داود علیہما السلام ہیں اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

چنانچہ یہ لوگ سب سے پہلے اسی عقیدۂ توحید میں لوگوں کو بھٹکاتے ہیں اور اس سے متنفر کرتے ہیں، ان علماء سے نوجوانوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس فن میں مشہور اور متخصص ہیں۔

2۔ علماء پر طعن وتشنیع کرنا اور انکی عیب جوئی کرنا اور انہیں برے القاب سے نوازنا:

چنانچہ یہ علماء کو مختلف طریقوں سے بدنام کرتے ہیں، ان پر تہمتیں اور الزامات لگاتے ہیں، ان پر طعن وتشنیع اور انکی عیب جوئی کرتے ہیں، اس سے انکا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ نوجوانان امت ان ربانی علماء سے دور ہوجائیں، یہ ان ربانی علماء کو بدنام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شاہی مہمان بن کر درباروں میں عیش کے ساتھ رہتے ہیں، کبھی درباری ملا کہہ کر بدنام کرتے ہیں کبھی بوٹ لیچر کہتے ہیں، کبھی انہیں حیض ونفاس کا مولوی کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ وہی بولتے ہیں جو انہیں حکم ہوتا ہے، انہیں کچھ بھی اختیار نہیں ہوتا۔

اور متبادل میں اپنے منحرف مفکرین کو علماء حق کے طور پر پیش کرتے ہیں، جن کے تعلق سے یہ مشہور کرتے ہیں کہ اہل حق علماء کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے، اہل حق علماء سرحدوں پر جہاد کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

3۔ حکام سے لوگوں کو متنفر کرنا اور ان پر طعن وتشنیع کرنا:

چنانچہ یہ حکام کی عیب جوئی کرتے ہیں اور انکی قانونی حیثیت پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، اگر کوئی عالم اس تعلق سے شرعی احکام بیان کرتا ہے، حکام کی سمع وطاعت کے دلائل پیش کرتا ہے تو یہ اسے حاکم پرست اور درباری ملا کہہ کر بدنام کرتے ہیں، اس طرح یہ دونوں جانب سے نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں، ایک طرف حکام سے اور دوسری طرف علماء سے متنفر کرتے ہیں، جب کہ یہی لوگ دوہرا معیار اپناتے ہوئے دوسری طرف اپنے پیر ومرشد اور اپنی جماعتوں کے اماموں اور سرغنوں سے بیعت کرتے ہیں اور بلا کسی شرط کے انکی سمع وطاعت اور اندھی تقلید کرتے ہیں۔

حکام سے انکی نفرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ یہ انہیں طاغوت کہہ کر پکارتے ہیں، چنانچہ انکا مرشد یا ان کا کوئی سرغنہ اور مفکر جب طاغوت کہتا ہے تو ان کا ذہن فوراً مسلم حکمرانوں کی طرف جاتا ہے۔ اس قدر ان جماعتوں نے نوجوانوں کو اپنے گمراہ کن لٹریچر سے گمراہ کر رکھا ہے کہ یہ مسلم حکمرانوں کی تکفیر کرتے ہیں انہیں اپنا

دشمن سمجھتے ہیں اور انہیں سوائے طاغوت کے کچھ نہیں کہتے۔ یہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے ان حکام کو مختلف طریقوں سے بدنام کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ یہودیوں کے ایجنٹ ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ کفار کی اطاعت کرتے ہیں۔

اسی طرح غیر شرعی حکومت کرنے والے حاکم کی تکفیر کرنے کا مسئلہ ہے کہ یہ مطلق طور پر اسکی تکفیر کر دیتے ہیں۔ اسکی کوئی تفصیل نہیں بتاتے جبکہ یہ دھوکہ ہے اور اہل سنت والجماعہ کے منہج کے خلاف ہے، کیونکہ اس مسئلے میں تفصیل ہے مطلق طور پر ان تمام حکام کی تکفیر نہیں کر سکتے جو غیر شرعی حکومت کرتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی وضعی قوانین کو شریعت کے مقابلے میں بہتر سمجھ کر یا اسکے جواز کا عقیدہ رکھ کر حکومت کرتا ہے تو اسکے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اگر وہ شریعت پر اعتقاد رکھتا ہے اسی کو بہتر سمجھتا ہے لیکن کسی مجبوری میں یا ایمان کی کمزوری میں یا ظالمانہ طور پر ایسا کرتا ہے تو اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی، یقیناً یہ جرم ہے اور گناہ کبیرہ ہے مگر ایسا کفر نہیں ہے کہ دین اسلام کے دائرے سے اسکی وجہ سے نکل جائے، اسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کفر دون کفر کہا ہے۔

4- حکومت کی طاقت، فوج اور سیکورٹی فورسز کو مشکوک بنا کر پیش کرنا:

چنانچہ یہ حکومت کے تمام محکموں بالخصوص فوجی اور پولیس محکموں کو بدنام کرتے ہیں تاکہ عوام بالخصوص نوجوانوں کا اعتماد حکومت سے ختم ہو جائے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ حکومتی اداروں اور سیکورٹی فورسز کو اجنبی ملکوں کا ایجنٹ کہتے ہیں اور عوام کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ سب ہمارے خلاف جاسوسی کرتے ہیں۔

5- سلف کے منہج اور طریقے پر طعن و تشنیع کرنا:

چنانچہ یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان صحابہ کے منہج پر قائم رہیں، سلف کے طریقے کو اپنائیں۔ اسی لئے یہ منہج وعقیدہ پر بات کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں تاکہ وہ عقیدہ اور منہج پر بات کرنا چھوڑ دیں؛ کیونکہ یہ انکے مزعومہ اتحاد بین المذاہب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

6- تکفیری ذہن سازی کرنا، چنانچہ اپنے مخالف مسلم حکام کیلئے طاغوت، مخالف علماء کیلئے درباری ملا اور مخالف عوام کیلئے فرقہ پرست اور فروعی مسائل میں الجھا ہوا جیسے القاب استعمال کرتے ہیں..

تکفیری ذہن سازی کیلئے یہ عموماً متشابہ نصوص کا استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ کا یہ قول: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [مائدہ: ۴۴] اور اس سے یہ مطلق طور پر ہر اس حاکم کو کافر گردانتے ہیں جو وضعی قوانین نافذ کرتا ہے، حالانکہ سلف کے یہاں اس میں تفصیل ہے۔ مگر ان تحریکیوں کی دوغلا پنی دیکھیں کہ یہ ایسے نصوص کو اپنے مخالفین کیلئے استعمال کر کے عوام کے بیچ انہیں بدنام کرتے ہیں مگر اپنے محبوب حکام کو ان سے مستثنیٰ کر دیتے ہیں بلکہ یہ خود جمہوریت کے وضعی دستور پر یقین رکھتے ہیں۔

7- اقامتِ دین کی غلط تشریح:

ایمان واسلام کے ارکان اور دین کے اہم فرائض کو فروعی مسائل اور تربیتی کورس کا نام دیکر انکی اہمیت کم کرتے ہیں اور اقامت دین کی غلط تشریح کر کے حکومت واقتدار کو سب سے بڑا فرض اور واجب قرار دیتے ہیں حالانکہ اقامت دین سے مراد دین کے احکامات وفرائض کی پابندی کرنا ہے اور حکومت واقتدار محض ایک نعمت ہے، نہ کہ مطلوب ومقصد، تمام انبیاء کو دعوت دین

کیلئے مبعوث کیا گیا تھا نہ کہ حصول اقتدار کیلئے...

چنانچہ آپ اہل سنت کے برعکس تحریکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اہل شبہات پر خاموش رہتے ہیں جبکہ اہل شہوات پر سارا زور صرف کر دیتے ہیں، اگر کسی نوجوان کو معاصی کرتے دیکھ لیں گے تو اس پر حد درجہ سختی برتیں گے اس پر لعن طعن کریں گے، مگر وہ اہل بدعت پر کوئی نکیر نہیں کریں گے

8۔ نوجوانوں کے اندر لبرلزم اور آزاد خیالی کا رجحان عام کرنا:

چنانچہ حکومت واقتدار کو اصل ٹارگٹ ماننے کی وجہ سے یہ لوگوں کے اندر دنیا داری، دین بیزاری، آزاد خیالی پیدا کرتے ہیں، دینی علوم سے زیادہ انکے یہاں عصری علوم کی قدر ہے، یہ چیز آپ سید مودودی اور حسن بنا سے لیکر ان کے حالیہ مرشدین ومفکرین ومنظرین تک کے یہاں یہی حالت پائیں گے...سید مودودی نے اپنی ساری اولاد کو عصری تعلیم دلائی، دینی علوم سے بے بہرہ رکھا، یہاں تک کہ ایک لڑکا ملحد ہوگیا، انکے دوسرے مرشد میاں طفیل اور تیسرے مرشد قاضی حسین احمد کے بارے میں یہی پائیں گے جس طرح کہ اخوانی مرشدین ومفکرین کا بھی یہی حال ہے خواہ وہ حسن بنا اور حسن ہضیبی ہوں یا عمر تلمسانی اور دیگر مفکرین ہوں۔

9۔ جمہوریت کو اسلامائز کرنا:

چونکہ ان کے یہاں اصل ٹارگٹ حصول اقتدار ہے؛ اسی لئے انکے یہاں جمہوریت کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جمہوریت ہی اقامت دین کا ایک بڑا ذریعہ ہے، اور چونکہ ملوکیت انکے لئے خطرہ ہے اسی لئے یہ اسکی جم کر مذمت کرتے ہیں بلکہ اسے حرام تک سمجھتے ہیں، حالانکہ اسلام میں شورائی خلافت اور ملوکیت کے سوا کوئی تیسرا نظام حکمرانی ہے ہی نہیں، جمہوریت تو یہودیوں کا بنایا ہوا نظام ہے۔

10۔ اہل سنت کے اندر رافضیت کا زہر پھیلانا:

چونکہ اخوانیوں اور تحریکیوں کے مرشدوں کا خمینی اور اسکے ساتھیوں سے گہرا تعلق تھا اور دونوں کی فکر اور طریقہ تنفیذ میں یکسانیت تھی؛ اسی لئے یہ خاموشی سے رافضیت کو عام کرتے ہیں، اور اسکی سب سے بڑی نشانی انکی بنو امیہ سے دشمنی ہے، حتی کہ اموی صحابہ تک پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی..

11۔ تشکیک وانکار کے جراثیم:

سید مودودی ہوں یا کوئی دوسرا تحریکی، چونکہ انکے یہاں عقیدے، اصول اور منہج کی پختگی نہیں ہوتی بلکہ منطق وفلسفہ پڑھ کر دین کی تشریح کرنے لگتے ہیں۔ یہی سبب ہیکہ یہ اپنی دو چھٹانک بھیجے کا استعمال کرکے درایت کے نام پر کبھی احادیث کا انکار کرتے ہیں، کبھی دینی مسلمات کا انکار تو کبھی ان میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

12۔ صحابہ پر طعن وتشنیع کے جراثیم:

رافضیت دوستی کے نتیجے میں صحابہ کرام تک پر انہوں نے طعن وتشنیع کر ڈالا، صحابہ کے دفاع میں مایہ ناز کتابیں تالیف کرنے والے مشہور محققین علماء دین شیخ الاسلام ابن تیمیہ، قاضی ابو بکر ابن العربی اور شاہ اسماعیل شہید کو وکیل صفائی کہہ کر سید مودودی نے انہیں غلط ٹھہرا کر خود روافض کی جھوٹی روایتوں پر بھروسہ کرکے صحابہ کرام پر چارج شیٹ تیار کر دیا اور اسے غیر جانبداری کا نام دیا اور ایران میں آیت اللہ کا خطاب حاصل کیا۔

صلح کی خاطر بصرہ کیلئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکلنے پر انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا مگر دوسری طرف فاطمہ جناح

کوملک کی سربراہی کیلئے ووٹ دے دیا۔

13۔ لٹریچر بازی کے جراثیم:

انکے یہاں سب کچھ فکر مودودی فکر فراہی اور فکر اخوانی ہے جس کے نام پر عقل پرستی اور ہوائے نفس پر مبنی لٹریچر کا ایک ملغوبہ ہے جس میں بے راہ روی، عقیدے میں انحراف، صحابہ پر طعن وتشنیع، دینی مسلمات میں تشکیک وانکار اور حکومت الہیہ کے نام پر اقتدار کے جھوٹے خواب بھرے ہوئے ہیں، کتاب وسنت پر مبنی خالص دینی علوم ومعارف سے خالی ہوتے ہیں، یہ لوگوں کو انہیں کتابوں سے جوڑ کر رکھتے ہیں، دوسروں کی کتابوں سے دور رکھتے ہیں بلکہ ان سے متنفر کرتے ہیں۔ اس طرح ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد منحرف تحریکی لٹریچر میں پھنس کر رہ گئی ہے۔

14۔ سیاسی اور عالمی المناک واقعات کا استغلال کرنا نیز امت کے اہم ایشوز کو اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرنا:

دنیا میں امت مسلمہ کے خلاف کہیں بھی کوئی حادثہ ہوگا اسے یہ فوراً اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیں گے، ایسے موقع پر یہ جذباتی تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں کی ہمدردی بٹورنے کی کوشش کرتے ہیں، امت تڑپ رہی ہے، امت زخموں سے چور چور ہے مگر ہم عیش مستی میں ڈوبے ہوئے ہیں، عالم اسلام کے حکام گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اس میں یہ سب سے زیادہ فلسطین ایشو کو بھناتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا دل طہران کہ طرف ہوتا ہے۔ بیت المقدس سے انہیں کچھ لینا دینا نہیں ہے، یہ صرف امت مسلمہ کو گمراہ کرتے ہیں۔

ایسے کربناک موقعوں پر سب سے زیادہ یہ مسلم حکام کو بدنام کرنے اور انکے خلاف عوام کو بھڑکانے کیلئے بے روزگاری، اہم اسلامی قضیوں، منکرات اور برائیوں اور دیگر امور کو استعمال کرتے ہیں۔

15۔ میڈیا کا استغلال کرنا:

چنانچہ یہ لوگ میڈیا کے تمام ذرائع کا استعمال کرتے ہیں، فیس بک ہو یا ٹیوٹر، ویب سائیٹ ہو واٹساپ، ٹی وی چینلز ہوں یا ریڈیو اسٹیشن، اخبارات ہوں یا میگزین سب کا یہ زبردست استعمال کرتے ہیں اور اپنے باطل افکار ونظریات کو انہیں کے ذریعے پھیلاتے ہیں اور نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں، اور گمراہ کرتے ہیں، مسلم حکمرانوں اور علمائے ربانیین کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلاتے ہیں۔

مگر اس وقت انکے باطل افکار ونظریات کو اسی میڈیا سے انہیں ایکسپوز کیا جا رہا ہے اور اسے اچھے مقاصد کیلئے بھی استعمال کیا جا رہا ہے، مگر چونکہ میڈیا پر انکا اور انکے آقاؤں کا اکثر قبضہ ہے اسلئے انکی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں تک حق بات نہ پہونچنے پائے، اس کے لئے یہ مختلف طریقے استعمال کرکے حق بات کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔

16۔ نوجوانوں کو سماج سے الگ تھلگ کرنا:

یہ اسے فکری گوشہ نشینی کا نام دیتے ہیں، کہ اپنے پیروکاروں کو حکام اور سماج سب سے فکری طور پر کٹ کر رہنے کی ہدایت کرتے ہیں، یہ جسمانی طور پر اسی سماج میں رہتے ہیں مگر فکری اور ذہنی طور پر سب سے الگ رہتے ہیں، یہ حکومت اور اسکے تابع سماج کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں؛ چنانچہ یہ کبھی تو وطنیت کو بت کہتے ہیں اور کبھی شرک۔ اسی لئے یہ خود کو وطن سے منسوب نہیں کرتے۔ یہ صرف امت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر امت کا حقیقی مفہوم

اپنے پیروکاروں کو نہیں بتاتے کہ امت کے قائدین اور حکام بھی ہوتے ہیں، امت کا وطن اور ملک بھی ہوتا ہے، ہوا میں امت قائم نہیں ہوسکتی، بلکہ اسکی زمینی حقیقت بھی ہے۔

اور چونکہ یہ قوم و وطن کو مانتے نہیں اور انکے اندر وطن اور قوم سے محبت نہیں ہوتی ہے اسی لئے یہ نوجوانوں کے قلوب واذہان کے اندر داعشی تخریبی فکر انڈیلتے ہیں جو ملک کے اندر بم دھما کہ کرتے ہیں، تخریب کاری کرتے ہیں اور فتنہ وفساد مچاتے ہیں۔ جیسا کہ خوارج کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور اہل کفر کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اور اسی لئے جب ملک کے اندر تباہی آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں اور جب خوشحالی آتی ہے تو یہ غم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ **قاتلهم الله أنّى يُؤفكون۔**

17۔ اپنے فساد کو جہاد کے نام پر پروموٹ کرتے ہیں:

چنانچہ جہاں تک جہاد کے وجوب کا مسئلہ ہے کہ یہ خارجی جماعتیں اسے مطلق طور پر فرض عین سمجھتی ہیں اور ہر ایک پر واجب کرتی ہیں جیسا کہ عبداللہ عزام، سلیمان علوان وغیرہ نے اپنی کتابوں میں اسے ثابت کیا ہے، جب کہ جہاد کے کچھ شرائط، ضوابط اور احکام ہیں، انکے پورا ہوئے بغیر جہاد نہیں ہے۔ سب سے بڑا ضابطہ طاقت اور کمزوری کا ہے۔

اس کیلئے یہ مختلف طریقوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے کہ یہ نوجوانوں کو جہادی گیت کے ذریعے انکے جذبات کو بھڑکاتے ہیں، یہ جہادی گیت بہت ہی خطرناک ہوتی ہیں، ایک جہادی گیت کبھی کبھی ہزاروں لیکچرز پر بھاری ہوتی ہے۔ ایک نوجوان کبھی ایک جہادی گیت کو سن کر اپنی کمر میں خودکش بم باندھ کر جنگ زدہ علاقوں میں کود جاتا ہے اور اپنی جان گنوا کر خودکشی جیسے گناہ عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔

18۔ تاریخی قصوں، ناولوں اور دستاویزی فلموں کا استعمال:

اسی طرح یہ نوجوانوں کو گمراہ کرنے کیلئے تاریخی قصوں اور ناولوں کو استعمال کرتے ہیں، بطور خاص ان میں جو انقلابی قسم کی ناولیں ہوتی ہیں انکا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں جن میں یہ بتایا جاتا ہے کہ انقلاب اور بغاوت کیسے پیدا کئے جاتے ہیں، ایسی ناولوں کو یہ خوب مرچ مسالوں کے ساتھ نستعلیقی اسلوب میں لکھتے ہیں کہ نوجوان جب اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو دو تین سو صفحات کی یہ ناول بغیر ختم کئے دم نہیں لیتا ہے۔

بعض ناولیں ایسی ہیں جنہیں یہ ادب السجون کے نام سے جانتے ہیں، اس میں کچھ من گھڑت واقعے ہوتے ہیں اور کچھ حقیقی ہوتے ہیں مگر اضافات کے ساتھ مزید نمک مرچ لگا کر اسے بیان کرتے ہیں۔ جس میں قید و بند کی جعلی صعوبتوں اور من گھڑت سزاؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ جسے قاری پڑھ کر جب ختم کرتا ہے تو ملک اور حکام کے خلاف دشمن بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ ناول اس قدر اثر انداز ہوتی ہے کہ دسیوں لیکچرز بھی وہ اثر نہیں ڈال سکتے ہیں۔

اسی طرح دستاویزی فلمیں ہیں جنہیں یہ خروج و بغاوت کیلئے استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ گاندھی، نیلسن مینڈیلا اور ابرہم لنکن وغیرہ پر بنی فلمیں، جنہوں نے سامراجوں سے اپنے ملک کو آزاد کرایا تھا، اسی طرح یہ خود کو سمجھتے ہیں اور مسلم حکام کو سامراج مانتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک دن یہ بھی بغاوت اور انقلاب کے ذریعے حکومت حاصل کریں گے اور ملک کے مختلف عہدوں اور مناصب پر قبضہ کریں گے۔

19۔ جھوٹ، افواہ اور پروپیگنڈا عام کرنا:

اب سب سے ان کا مقصد اپنے مخالف کو بدنام کرنا اور اپنے مذموم مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ ان میں سب سے اہم مقصد لوگوں کو اپنی تنظیم اور اپنے مرشدین ومفکرین سے جوڑنا ہوتا ہے۔

چنانچہ انکی کوشش ہوتی ہے کہ یہ نوجوانوں کو اپنے مرشدین کی اندھی تقلید کرنے پر قائل کرلیں، یہاں تک کہ نوجوان ان کے مرید اور اندھے مطیع بن جاتے ہیں، اپنے گھر اور قوم وملت سے بیگانہ ہوجاتے ہیں، والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، بعض نے تو اسی اندھا پنی میں اپنے والدین تک کو قتل کردیا ہے۔

20۔ پیچھے پڑنا، راز چھپانا اور تقیہ کا استعمال کرنا:

یہ دوسروں کے ٹوہ میں پڑتے ہیں، ان کے حقائق جاننے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اپنے کاموں کو چھپاتے ہیں، اپنے تمام امور کو صیغہ راز میں رکھتے ہیں۔

تقیہ جھوٹ بولنے اور سچ چھپانے کو کہتے ہیں، چنانچہ یہ صریح جھوٹ بولتے ہیں اور تقیہ بازی میں یہ روافض سے بھی آگے ہیں۔

اس سے یہ دو مقاصد حاصل کرتے ہیں:

الف۔ جاہ ومنصب اور اہل ثروت کے بچوں کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کرنا تاکہ انکی تربیت کرکے قوم کے اونچے طبقے پر اپنا قبضہ قائم کرسکیں۔

ب۔ منبر ومحراب پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا: یہ منبر ومحراب کے ذریعے اور اسی طرح دیگر سرکاری وغیر سرکاری اسٹیجوں کے ذریعے اپنے باطل افکار کو پھیلاتے ہیں۔

21۔ نصاب تعلیم کو تحریکی لٹریچر میں تبدیل کرنا:

چنانچہ یہ عام دینی کتابوں کے مد مقابل فکری کتابوں کو پڑھاتے ہیں، اور بطور خاص فکری، تحریکی، فقہ الحرکہ، جہادی اور فقہ الواقع اور ان جیسے دوسرے ناموں سے نوجوانوں کو بہلاتے ہیں اور دین کی صحیح تعلیمات سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ نسوانی پرچے اور میگزین نکالتے ہیں اور خواتین کے اندر انہیں پرچوں کے ذریعے اپنے باطل افکار کو پھیلاتے ہیں۔

22۔ ڈراموں، دستاویزی فلموں اور کارٹونوں کا استعمال کرنا:

یہ اپنے مذموم باغیانہ مقاصد کے حصول کی خاطر ڈرامے، دستاویزی فلمیں اور بچوں کے لیے کارٹون بھی بناتے ہیں، آپ سوچیں کہ ان کے مذموم مقاصد سے ہمارے چھوٹے بچے بھی محفوظ نہیں ہیں، یہ انقلاب وبغاوت کو کارٹون کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور انہیں ٹی وی چینلوں پر دکھاتے ہیں جنہیں یہ اسلامی چینل کہتے ہیں، ان فلموں اور کارٹونوں کو یہ جانوروں کی شکل میں بھی دکھاتے ہیں، اس کے ساتھ بیک گراؤنڈ میں جوشیلے اور انقلابی گیت بھی پیش کردیتے ہیں، ایسے ڈراموں، فلموں اور کارٹونوں سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بغاوت اور انقلاب کہیں بھی واقع ہو، وہاں کے بچے بچپن ہی سے ذہنی طور پر اسکے لئے تیار رہیں۔

اللہ ہمیں تحریکیت، حزبیت، شخصیت پرستی نیز جمود وتعصب سے دور رکھے۔ کتاب وسنت اور منہج سلف کا پیروکار بنائے۔ حقیقت پسند، حق گو اور باطل سے نفرت کرنے والا بنائے۔ دین اسلام کا حقیقی خادم بنائے نیز ریا ونفاق سے بچائے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت دین حق اور توحید کی سربلندی عطا کرے نیز شرک وکفر اور بدعت وتقلید کی لعنتوں نیز تحریکی جراثیم سے عالم اسلام کو پاک کرے۔ آمین

دفاعِ شریعت

دین وشریعت میں عقل پرستی اور اسکی تباہ کاریاں

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

عقل کا معنی:

اہل لغت کے یہاں عقل کا معنی روکنا، منع کرنا اور کسی چیز کو باندھنا۔ عربی زبان میں اس رسی کو جس میں اونٹ کو باندھا جاتا ہے" عقال" کہا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے عقل کو عقل کہا گیا جیسے یہ رسی اونٹ کو بھاگنے اور ادھر ادھر بدکنے سے روکتی ہے ایسے ہی عقل انسان کو ادھر ادھر بھٹکنے سے روکتی ہے۔

اور اسی سے ان لوگوں کو جو عقل کی بنیاد پر ہر چیز کو پرکھتے اور تولتے ہیں ''عقل پرست'' یا ''عقلانیون'' یا ''فرقہ عقلانیہ'' کہا جاتا ہے۔

آج کے اس تربیتی اجتماع میں اسی اتجاہ اور فکری سوچ رکھنے والے لوگوں کے سلسلے میں اور ان کے انحرافات اور اس کی خطرناکیوں کے سلسلے میں اِن شاء اللہ العزیز مختصراً تذکرہ کیا جائے گا تو آیئے دیکھیں کہ عقل پرستی یا عقلانیت کا کیا معنی ہے؟

اصطلاحی تعریف:

اہل علم نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

هي الاتجاهات والمذاهب التي تجعل العقل المصدر الأول أو الأساس أو المقدّم في مصادر المعرفة والفكر والدين أو تقدّمه أو تحكّمه على الوحي.

یعنی وہ فکری اور مذہبی اتجاہات جہاں دین اور علم وفہم کی اساس اور بنیاد یا مصدر اول عقل کو قرار دیا جاتا ہے یا اسے نصوص وحی پر مقدم اور فیصل مانا جاتا ہے۔

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے دین اور ایمان کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اہل مغرب نے ایسے افکار اور خیالات کو زیادہ سے زیادہ تقویت پہنچانے کے لیے ان کج فکر اور کم فہم نیز شرعی اور اسلامی دلائل سے نا آشنا لوگوں کو اپنے یہاں تعلیم دے کر صرف اس لیے کھڑا کیا تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں کو ان کے عقیدے اور ایمان میں کمزور کیا جائے اور تشکیک اور انکار کے چور دروازوں کو کھول کر انہیں اسلامی شریعت سے دور کر دیا جائے اور حلال وحرام کو گڈمڈ کر کے اس کی اہمیت اور اس کی عظمت کو ختم کر دیا جائے اور اس طرح مستشرقین، مستنیرین، مستغربین اور انہی کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ایسے جدیدیت پسندوں کو انہوں نے اہل اسلام کے بیچ میں سازشاً کھڑا کیا جو ان افکار کی ترجمانی کر سکیں اور ہماری اور آپ کی بولیاں اور تہذیب وکلچر سیکھ کر ہمارے درمیان اس طرح کے شکوک اور شبہات کو تقویت پہنچا سکیں چنانچہ اسی چور دروازے سے جہاں بہت سارے فکری مذاہب اور منحرف افکار وخیالات کو ماننے والے لوگ پیدا ہوئے وہیں ایک ایسا فرقہ بھی وجود میں آیا جو جدیدیت اور روشن خیالی کا لبادہ اوڑھ کر نہ صرف یہ کہ اسلام کے بنیادی عقائد اور اس کے مبادیات کا منکر بن بیٹھا بلکہ اس نے وحی الٰہی پر عقل کو مقدم کر کے کتاب اور سنت کی عظمت کو

خاک میں ملانے کی جسارت اور جرأت بھی کی۔

اوراس کے لئے ان لوگوں نے دوطرح کی باتیں کیں:

پہلی بات: تمام چیزوں پر حکم لگانے میں عقل کو اولیت دی اور اسے دوسری چیزوں پر مقدم ٹھہرایا اور اس طرح سے وہ یہ دعوی کرنے لگے کہ انسان کا پورا وجود صرف اور صرف عقل کے اوپر قائم ہے،شریعت یا اللہ کے نظام فطرت اور اس کی تدبیر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

دوسری بات: انہوں نے نصوص کتاب وسنت کے مقابلے میں عقل کونقل پرفوقیت دیتے ہوئے یہ دعوی کرنا شروع کردیا کہ اسلامی عقیدہ، اس کے احکام سب کے سب نظام فرسودہ اور بوسیدہ ہیں، وہ اس زمانے کے مناسب اور لائق نہیں چنانچہ تمام عقدی اور غیبی امور کو عقل کے میزان پر تولتے ہوئے بیشتر کا انہوں نے انکار کردیا اور اس طرح سے عقل پرستی کا لیبل لگا کر شریعت کولوگوں کی نگاہ میں ناقص اور غیر مناسب ٹھہرانے کی ناروا جسارت شروع کردی۔

عقل پرستوں کی قسمیں اورانکے نظریات:

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ان عقل پرستوں کو دوقسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

نمبرایک: متقدمین عقل پرست:

جنہوں نے عقل پراعتماد کرتے ہوئے اسے وحی الہی پر مقدم ٹھہرایا اور فوقیت دی جیسے فلاسفہ،جہمیہ،معتزلہ وغیرہ اور انہی کے نقش قدم پر وہ لوگ بھی چلے جو اہل منطق کہلائے اور عقل اور نقل میں خلط مبحث کا شکار ہوئے اوراس کی بنیاد پر بعض امور عقیدہ اور غیبیات میں انہوں نے عقل کونقل پر ترجیح دیتے ہوئے اس کا انکار کیا جیسے اشاعرہ،ماتریدیہ، روافض اور خوارج وغیرہ۔

نمبردو: متاخرین عقل پرست:

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی کوتاہ انسانی عقل کو اللہ علیم وخبیر کے احکام پر مقدم مانتے ہیں اور عقل کونقل پر، نصوص وحی پر اور غیبیات پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس میں بعض قدیم عقل پرستوں سے متاثرین بھی ہیں،بعض یورپ کے اہل عقل ومنطق بھی ہیں،بعض علمانی خیالات اور جدیدیت کے دلدادہ اور روشن خیال لوگ بھی ہیں جو ہمیشہ ہر چیز کا فیصلہ عقل کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں۔

گویا جدید عقل پرستوں کا یا عقل پرستی کا مفہوم اور معنی یہ ہوا کہ ایسے افکار اور خیالات کے دلدادہ اور پرستار لوگ جو عقل کونقل پر مقدم مانتے ہیں اور عقل کو دین کا ایک مصدر تسلیم کرتے ہوئے اسی نصوص شریعت پرفیصل گردانتے ہیں۔

عقل پرستی گمراہ وباطل فرقہ معتزلہ کی راہ:

تاریخی اعتبار سے اگرغور کیا جائے تو عقل پرستی کا یہ فتنہ اوراس کی یہ گمراہی دراصل اس فرقہ باطلہ کی ایجاد اور اس کے تراشیدہ اصولوں میں سے ہے جسے معتزلہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کی روش پر واصل ابن عطا، جعد ابن درہم، عمرو بن عبید اللہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے اہل سنت سے اعتزال کا راستہ اختیار کیا۔

آیئے دیکھیں کہ عقل پرستوں اور معتزلہ کے عقائد میں کتنی مشابہت ہے۔

جب ہم تاریخ کے صفحات میں موجود فرق باطلہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ معتزلہ کے عقائد وہی تھے جو آج عقل پرستوں نے اور عقلانیوں اور جدیدیت وروشن خیالی کا نعرہ دینے والوں نے اختیار کرلیا ہے۔

سب سے پہلی چیز جو معتزلہ کے عقائد میں سے ہے

*تقدیم العقل علی النقل وتحکیم العقول في کلام الله وسنة رسوله ﷺ.

چنانچہ معتزلہ کے ایک معروف امام قاضی عبدالجبار معتزلی نے شرح الاصول الخمسہ صفحہ 80 میں تحریر کیا ہے: "ان الدلالة اربع: حجة العقل والکتاب والسنة والاجماع".

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مصادر استدلال اور استنباط میں انہوں نے عقل کو کتاب وسنت اور اجماع پر مقدم ٹھہرایا ہے اور ہو بہو یہی طریقہ ان عقلانیوں کا ہے جنہوں نے اسے قدیم گمراہ اور باطل فرقہ معتزلہ سے اخذ کیا ہے۔

دوسری چیز:

*"القول بانه لا حاجة في معرفةالله وأسمائه الی السمع فقالوا معرفة الله لا تنال الا بحجّةالعقل". (شرح الاصول الخمسہ :52)

یہاں ان لوگوں نے اللہ کی معرفت اور اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں یہ عقیدہ اختیار کیا ہے کہ اس میں نصوص اور نقل کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ کی معرفت صرف عقلی دلائل کے ذریعے سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور بعینہ یہی طریقہ اسماء اور صفات کے بارے میں آج کے عقلانیوں نے اختیار کیا ہے جس کی بنیاد پر وہ نصوص کتاب وسنت پر عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔

تیسری چیز:

"الحکم علی الله بما لا یلیق بجلاله بمحض العقل البشري".

اور اس کی بنیاد پر ان لوگوں نے صفات باری تعالیٰ میں تعطیل اور نفی کا معاملہ اختیار کیا چنانچہ ان کا یہ کہنا ہے: "یجب علی الله ان یفعل کذا ولا یجوز ان یفعل کذا" کہ اللہ کو ایسا کرنا چاہئے اور ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (شرح العقیدہ الطحاویۃ:468)

چوتھی چیز:

اسی طرح معتزلہ کے یہاں اگر نصوص اور دلائل کتاب وسنت عقل اور رائے کے مطابق نہ ہوں تو ان کی تاویل کی جائے گی یا سرے سے ان کا انکار کر دیا جائے گا اور یہیں سے منکرین حدیث کا فتنہ بھی پیدا ہوا، صفات باری تعالی کی تاویل بھی کی جانے لگی۔ جیسے: رویۃ الباری تعالی کی تأویل:

حدیث شفاعت کی تأویل

جنت اور جہنم کی تأویل

عذاب قبر کی تأویل۔ وهلم جرا

پانچویں چیز:

عقیدے کے اصول اور مبادی انہوں نے قرآن وحدیث سے ہٹ کر کے اپنی طرف سے بنالیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنت اور محدثین کے ہاں ارکان ایمان پانچ ہیں جو حدیث جبرائیل میں ذکر ہے اس کے برخلاف انہوں نے اپنی طرف سے وہ اصول ایمان مقرر کیے جو اس سے ہٹ کر پانچ ہیں:

توحید

عدل

وعد ووعید

منزلۃ بین المنزلتین

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

چنانچہ دیکھا جائے تو جدید عقل پرستوں اور ان روشن خیال

اور جدیدیت کے متوالوں نے ہو بہو معتزلہ کے انہی گمراہ اصولوں کو اختیار کرتے ہوئے دین اور شریعت کی بے جا تاویل اور توجیہ کرتے ہوئے امت میں اتنی گمراہی پھیلائی اور اس طریقے سے عقل کو نصوص پر مقدم کیا کہ آج اس کے تناظر میں تاویل صفات، نفی صفات، انکار حدیث اور مبادی ایمان اور عقیدے کے خلاف اصول اور ضوابط اختیار کرنے والے متعدد فرقے وجود میں آ گئے، جنہوں نے اسلام کے رخ زیبا کو داغدار بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت اور منہج سلف کی عظمت اور اس کے تقدس کو بھی تار تار کر دیا۔ فالأمان والحفیظ۔

عقل پرستی کے نقصانات اور اس کی خطرناکی:

جیسا کہ یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ اس طرح کے فکری اور مذہبی اتجاہات جنہوں نے عقل کو ہی کل تسلیم کر رکھا ہے اور اپنی تحریروں، تقریروں اور دیگر علمی تحقیقات اور جہود میں وہ اس کو نمایاں کرنے پر لگے ہوئے ہیں حالانکہ یہ انتہائی خطرناک اور امت کے لیے ضرر رساں اور نقصان دہ ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ آیئے دیکھیں کہ عقل پرستی کے کیا نقصانات ہیں۔

1-وحی الٰہی اور نصوص کتاب وسنت سے دوری۔

2-انکار سنت اور اس کے چور دروازوں کی تائید اور تقویت۔

3-اسلامی سماج میں غیر اسلامی اور اجنبی افکار و آراء کی ترویج واشاعت۔

4-امور غیبیات، معجزات، امور عقیدہ و آخرت اور تقدیر جیسے اہم مسائل کا انکار۔

5-بلا دلیل اجتہاد وافتاء کی جسارت اور اہل علم وفقہ کی توہین وتنقیص۔

6-قرآن وحدیث اور اس کے صریح احکام ومسائل کے خلاف شاذ آراء اور عقلی دلائل سے تشکیک و انکار کے چور دروازے وا کرنا۔

7-صلح کلی اور تسامح دینی نیز مذہبی رواداری کے نام پر باطل افکار، شیعی وہ بدعتی فرقوں اور ان کے اقوال و آراء کی تقویت اور ترویج واشاعت۔

8-اہل سنت اور منہج سلف اور محدثین سے کنارہ کشی اور یہ اعتقاد کہ ان کے یہ خیالات فرسودہ و بوسیدہ ہیں اور حالات وزمانے کے موافق اور لائق نہیں ہیں۔

9-قرآن وسنت اور نصوص شریعت کو عقل کے تابع کر کے اصول شریعت اور مبادی عقیدہ کا انکار۔

10-جدید نظریات اور سائنسی علوم کے زیر اثر شریعت کی نئی تعبیر اور تشریح جیسے نماز ایک ورزش، فرشتے ایک طبعی مخلوق معجزات کی کوئی حیثیت نہیں، حج ایک کانفرنس، روزہ ایک جسمانی علاج وغیرہ وغیرہ۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان وحی الٰہی اور قرآن وحدیث کے نصوص اور دلائل کو دنیا کی تمام چیزوں سے بالاتر سمجھنا چاہیے اور اسے ہر چیز پر فوقیت دینی چاہیے لیکن عقل پرستی اور فکری کجی اور اجنبی افکار وخیالات کے ان متوالوں نے ذرا بھی اسے حیثیت نہ دی اور اس کے مقابل میں اپنی عقل کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے چنانچہ انحراف، انکار، نفی صفات، تاویل اور تحریف جیسے بھیانک جرائم کے چور دروازے انہوں نے امت میں وا کئے اور اس طریقے سے ملت اسلامیہ کو گمراہی کے دلدل میں اتارنے کی ناروا کوششیں کی اور کی جا رہی ہیں۔ اللہ سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

تحقیقات وتنبیہات

مسائل میں جمہور محققین سے شذوذ کی راہ

شیخ ابوعبداللہ نثار احمد مدنی (شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

مذہب اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جس کی تبلیغ واشاعت کے لئے انبیاء ورسل اوران کے وارثین علماء کا انتخاب عمل میں آیا چنانچہ بنوآدم میں رنگ ونسل، زبان وکلچر، مزاج وطبیعت، عقل وفہم میں تفاوت، اختلاف اورفرق کے فطری نظام کے باوجود جو شخص تقوی وورع، خلوص ووفا اورصدق وصفا کا پیکر مجسم بن کرعلم وعمل، فہم وتطبیق، تعلیم وتعلم، درس وافتاء اوردعوت وتبلیغ کو اپنی جولان گاہ قراردے کراس سے اپنی گہری وابستگی قائم کرتا ہے تو اسکا وجود اہل جہاں کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے، وہ دنیا وآخرت کی سعادت سے مالامال اور ہرطرح کے شرور وفتن سے محفوظ رہتا ہے، رب کی نگاہ میں بہتر وبرگزیدہ اورلوگوں کی نگاہوں کا تارا ہوتا ہے لیکن بسااوقات اس کے برعکس علم ودعوت کی راہ میں ایک داعی اپنی ہمہ دانی کے زعم میں رہتا ہے تجرد اور علاحدگی پسند مزاج کا مالک ہوتا ہے، انفرادیت اورشذوذ اسکا طغرائے امتیاز ہوتا ہے، کتاب وسنت کے صریح وواضح نصوص اور ثابت شدہ اجماع امت اور قیاس جلی کو درخور اعتناء سمجھے بغیر جمہور محققین کی راہ سے ہٹ کرگل افشانیاں کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا ہے جبکہ اس قسم کے لوگوں سے متعلق شیخ بکر بن ابوزید رحمہ اللہ بعض مصنفین سے نقل کرتے ہیں کہ:

’’شریعت میں جمہور محققین کے برخلاف جوکسی رائے یا قول کے ذریعہ شذوذ وانفرادیت اختیار کرتا ہے جبکہ کوئی اس کا قائل نہیں رہا ہے تو یہ اس کی کوتاہ عقلی کا بین ثبوت ہے‘‘۔(النظائر از بکر بن ابوزید:ص195)

یہی وجہ ہے کہ اس غلط روش سے بچنے کی خاطر خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام مالک کو موطا لکھنے کا مشورہ دیتے ہوے فرمایا تھا:

"يا أبا عبدالله! إنه لم يبق على وجه الأرض أعلم مني ومنك،وإني قد شغلتني الخلافة،فضع أنت للناس كتابا ينتفعون به،تجنب فيه رخص ابن عباس وشدائد ابن عمر وشواذ ابن مسعود ووطئه للناس توطئة، قال مالك: فوالله لقد علمني التصنيف يومئذ". (تاریخ ابن خلدون 1/18)

’’اے ابوعبداللہ! روئے زمین پر میرے اور آپ کے بمقابل زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہیں ہے، خلافت نے مجھے مشغول کردیا ہے لہذا آپ ایسی کتاب تصنیف کریں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اس میں آپ ابن عباس کی رخصتوں اور ابن عمر کے تشدد اور ابن مسعود کے شذوذ سے اجتناب کریں اورلوگوں کیلئے آسانیاں پیدا کریں امام مالک نے فرمایا: اللہ کی قسم انہوں نے اس دن مجھے تصنیف کی تعلیم دی ہے‘‘۔

ذیل میں ’’مسائل میں جمہور محققین کی راہ سے شذوذ‘‘ کے موضوع پر ایک متواضع کوشش ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔

شذوذ کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

شذوذ لغت میں دوسروں سے یا جماعت سے خارج ہونے کو کہتے ہیں عبدالعزیز بخاری حدیث رسول "من شذ شذ في النار" کی شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں: جو موافقت کے بعد مخالفت کی روش پر قائم ہوجائے۔(کشف الاسرار: ۳/۷۷)

اور رہی بات اصطلاحی معنی ومفہوم کی تو یہ بات معلوم رہنی چاہیے، تفسیر، علم قراءت، علم حدیث، فقہ واصول فقہ، علم لغت بشمول قواعد نحو وصرف وغیرہ مختلف علوم وفنون میں شذوذ کا وجود ناگزیر ہے لیکن یہاں صرف فقہی احکام ومسائل میں شذوذ موضوع بحث ہے۔

چنانچہ امام ابن قیم فرماتے ہیں:

جو حق کے خلاف جائے گرچہ بہت سارے لوگ باطل پر ہوں جیسا کہ فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ میں معدودے چند امام اہلسنت احمد بن حنبل کے ساتھ تھے جبکہ ایک جم غفیر فتنہ کے شکار ہوگئے تھے۔(اعلام الموقعین: ۳/۳۹۷)

شاذ مسائل کی معرفت کے ضوابط:

(1) نااہل منصب افتاء پر فائز ہوکر فتوی بازی کریں:

فتوی دینا یہ ماہرین فقہ وفتاویٰ اہل اختصاص کا شیوہ ہے جو اللہ رب العالمین کی جانب سے دین کی بابت خبر دیں۔

امام شاطبی فرماتے ہیں:

مفتی امت میں نبی ﷺ کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ (الموافقات:4/244)

اللہ کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تَقُولُواْ لِمَا تَصِفُ أَلۡسِنَتُكُمُ ٱلۡكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُواْ عَلَى ٱللَّهِ ٱلۡكَذِبَۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفۡتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُونَ﴾[النحل:۱۱۶]

ترجمہ:''اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے''۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:﴿قُلۡ أَرَءَيۡتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزۡقٖ فَجَعَلۡتُم مِّنۡهُ حَرَامٗا وَحَلَٰلٗا قُلۡ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمۡۖ أَمۡ عَلَى ٱللَّهِ تَفۡتَرُونَ﴾[یونس:۵۹]

ترجمہ:''بھلا بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟''۔

امام ابن العربی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دلیل ہے کہ تحریم وتحلیل یہ عقل اور خواہش نفس سے قطعاً نہیں ہوگا بلکہ حقیقی حلال وحرام قرار دینے والی ذات اللہ رب العزت کی ہے۔(احکام القرآن:3/11)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جب آدمی اپنے فن کو چھوڑ کر دوسرے فن میں گفتگو کرتا ہے تو عجیب وغریب گل کھلاتا ہے۔(فتح الباری:3/584)

دین پسند عوام اور بدقسمتی سے بعض خواص کے دل میں جس عالم دین کا احترام اور مقام ومرتبہ ہوتا ہے اسے وہ منصب افتاء کے لائق سمجھتے ہیں گرچہ اس کا میدان سرے سے فقہ وفتاویٰ نہیں رہا ہے، ممکن ہے دوسرے شرعی یا عصری علوم کا وہ متخصص ہو چنانچہ اچھا خطیب، واعظ اور داعی ہے، مشہور مفکر اور اسکالر ہے جس کی زبان انتہائی شیریں یا تحریر دل پذیر ہے اور وہ مرجع خلائق بن کر ہر دقیق سے دقیق مسائل میں فتویٰ بازی کرنے میں

جھجک محسوس نہیں کرتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسے لوگ پر سخت نکیر فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے لوگوں میں سے کسی نے آپ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کو ایسے لوگوں پر داروغہ اور باز پرس کرنے والا بنایا گیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''کہ نانبائی اور طباخ کی باز پرس کرنے والے رہیں اور فتوی بازی کرنے والے کا باز پرس کرنے والا کوئی نہ ہو''۔(اعلام الموقعین: 4/217)

(2) بے موقع ومحل فتاوے صادر کئے جائیں:

شریعت کے ثابت شدہ واضح مسائل کے باوجود جہاں اجتہاد اور اختلاف رائے کی چنداں گنجائش نہ ہو پھر کوئی اجتہاد کرے مثلاً نص قرآنی: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ﴾ [النساء:۱۱] کے باوجود مطلقاً میراث کے ہر باب میں مساوات مردوزن کی راگ الاپنا، اسی طرح جاوید احمد غامدی کا مسلم وغیر مسلم اور مردوزن کا گواہی کے مسئلہ میں مساوی قرار دینا جبکہ قرآن کہتا ہے: ﴿وَٱسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ﴾ [البقرة:۲۸۲]

ترجمہ: ''اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند کرو تا کہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلا دے''۔

(3) فتوی نص قرآنی کے معارض ہو:

جیسے مسلم لڑکی کا غیر مسلم سے شادی کے جواز کا فتوی حالانکہ قرآن کہتا ہے: ﴿وَلَا تُنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُواْ﴾ ...الآیۃ [البقرۃ:۲۲۱]

(4) فتوی صحیح صریح یا متواتر حدیث کے معارض ہو مثلاً عصمت انبیاء، معجزات انبیاء، نزول عیسی وغیرہ کا انکار۔

(5) فتوی قطعی و متحقق اجماع کے معارض ہو جیسے ظاہریہ کا سامان تجارت میں زکات کے عدم وجوب کا فتوی۔(المحلی: 5/209)

حالانکہ امام ابن المنذر اپنی شہرہ آفاق کتاب "الاجماع" میں لکھتے ہیں: لوگوں کا اجماع ہے کہ وہ سامان جس کی تجارت ہوتی ہے جب حولان حول ہوجائے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔ (الاجماع:ص14)

(6) قیاس فاسد پر فتوی کی بنیاد قائم کرنا جیسے آفسوں میں لیڈیز کلرک سے محرم کی طرح مصافحہ، اختلاط وبے پردگی اور آزادانہ برتاؤ کی خاطر رضاعت کبیر کا فتوی صادر کرنا۔

(7) فتوی مقاصد شریعت (تحفظ جان، مال، عزت وناموس، عقل، اور دین) کے مخالف ہو:

شریعت مطہرہ کے جملہ احکام ومسائل مقاصد شریعت کے اردگرد گردش کرتے رہتے ہیں لہذا مفتی کو فتوی صادر کرنے میں اس اصل سے سرمو انحراف نہیں کرنا چاہئے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: شریعت کا قیام درحقیقت بیک وقت حال ومستقبل دونوں میں بندوں کے مصالح ومفادات کو بروئے کار لانے کے لئے ہے۔(الموافقات:2/9)

مثلاً مطلق طور پر ہر زمان ومکان میں صدقہ فطر میں غلہ ہی پر اکتفا کرنا اسی طرح اوراق نقدیہ (کرنسی) میں سود اور عدم زکاۃ کا فتوی اور یہ کہ شرعی طور پر زکات اور سود کا حکم صرف منصوص سونے وچاندی کے جنس میں ہے وغیرہ۔

(8) مسئلہ کی حقیقت کو سمجھے بغیر یا فرضی مسائل کی بابت فتوے صادر کرنا مثلاً امام مالک رحمہ اللہ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو پوچھتے کیا پیش آ گیا؟ جب کہتا نہیں تو فرماتے انتظار کرو جب وقوع پذیر ہوجائے تب دریافت کرو۔ (انتصار الفقیر السالک لترجیح مذہب الامام مالک، ص 197)

(9) فتوی میں حد درجہ احتیاط اور اس کے عواقب ونتائج کی پرواہ نہ کرے:

امام شاطبی ذہین ودور اندیش مفتی کے صفات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: وہ سوال کا جواب دینے سے قبل انجام پر نظر رکھتا ہے۔ (الموافقات: 4/232)

جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

"لولا أن قومك حديثوا عهد بكفر لهدمت الكعبة وبنيتها على قواعد إبراهيم". (صحیح مسلم: 1333)

ترجمہ: ''اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے نیا نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کر کے اسے قواعدِ ابراہیم پر تعمیر کر دیتا''۔

(10) فتوی میں مصالح مرسلہ، زمان ومکان کی تبدیلی اور عرف کا لحاظ نہ رکھا جائے مثلاً محض حدیث میں تصویر کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے سرے سے مطلقا فوٹوگرافی کی حرمت کا فتوی صادر کرنا وغیرہ۔

قدیم وجدید دور میں مسائل فقہیہ میں شذوذ کی چند مثالیں:

یہاں بطور نمونہ چند شذوذ کی مثالیں پیش کی جارہی ہیں چنانچہ عہد رسالت میں ایک شخص کا سر زخمی ہوا پھر بھی لوگوں نے اسے پوچھنے پر تیمم کی اجازت نہیں دی چنانچہ اس نے غسل کیا اور فوت ہوگیا رسول اللہ ﷺ کو جب خبر دی گئ تو آپ نے فرمایا:

"قَتلوهُ قتلَهُمُ اللَّهُ ألا سألوا إذْ لَم يعلَموا فإنَّما شفاءُ العيِّ السُّؤالُ إنَّما كانَ يَكْفيهِ أن يتيمَّمَ ..." الحدیث. (صحیح أبی داود: 336)

''لوگوں نے اسے مار ڈالا، اللہ انہیں ہلاک کرے جب علم نہیں تو پوچھا کیوں نہیں؟ عاجز کی شفاء سوال کرنے میں ہے اس کے لیے تیمم کافی تھا''۔

اسی طرح عہد صحابہ میں ربا الفضل اور زواج متعہ کے جواز پر ابن عباس کا فتوی جس سے بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا تھا اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت سارے شاذ مسائل میں خاص کر کے رکوع میں تطبیق کا فتوی جو منسوخ ہو چکا تھا، اسی طرح چاروں ائمہ کے مذاہبِ میں بہت ساری مثالیں ہیں اور ظاہریہ قیاس کے انکار اور ظاہر پر عمل کی صورت میں بہت سارے مسائل میں شذوذ کے شکار ہوے ہیں، اسی طرح موجودہ دور میں حج کے باب میں نبی ﷺ کے فرمان: **"افعل ولا حرج"** کے ذریعہ حج کے مسائل کو مذاق بنانے کا فتوی، جاوید غامدی، یوسف قرضاوی، پلمبر مرزا، راشد شاذ، عنایت اللہ سبحانی وغیرہ نے جمہور محققین کی راہ سے ہٹ کر بہت سارے مسائل میں شذوذ کی راہ اختیار کی ہے۔

شاذ مسائل کے اسباب وعوامل:

اہل علم نے فقہی مسائل میں شذوذ کے مختلف اسباب وعوامل درج کئے ہیں، جنہیں مختصراً تین طرح کے اسباب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) علمی اسباب:

الف: دانستہ یا نادانستہ طور پر نصوص کتاب وسنت اور اجماع کی مخالفت کرے حالانکہ نصوص کتاب وسنت کی طرح

اجماع واتفاق پر دسترس حاصل کرنا مجتہد کے شرائط میں داخل ہے۔(ینظر المستصفی للغزالی:2/364)

ب: افتاء میں منہج سلف سے دوری:

سلف صالحین جو سب سے زیادہ نیک دل ،علم کے سمندر، تقوی وورع کے پیکر مجسم اور ان کے دل سدا خوف الہی اور آخرت میں جواب دہی کے احساس سے معمور تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

میں نے اس وقت تک فتوی دینے کی جرات نہیں کی تا آنکہ مدینہ کے ستر شیوخ سے اپنی افتاء کی اہلیت کی بابت دریافت نہیں کرلیا؟ جب سبھوں نے اجازت دے دی تو میں نے فتوی دینا شروع کیا،آپ سے کہا گیا اگر وہ لوگ آپ کو منع کردیتے ؟تو آپ نے فرمایا میں بالکل فتوے سے باز آجاتا۔(تلبیس ابلیس ص 121)

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے تین سو بدری صحابہ کو دیکھا ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ فتوے میں اس کا ساتھی اس کی طرف سے کافی ہوجائے۔(الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی:2/165)

اور امام شعبی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''لا أدری'' آپ سے کہا گیا کہ آپ عراق کے فقیہ ہیں آپ کو ''لا أدری'' کہتے ہوئے حیا نہیں آتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ: فرشتوں کو بھی حیا نہیں آئی تھی جب انہوں نے کہا تھا: ﴿سُبۡحَٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَآۖ﴾ الآیۃ[البقرۃ:۳۲](اعلام الموقعین:4/218)

ج: اصول فقہ،قواعد فقہیہ،علوم حدیث،علوم قرآن وغیرہ میں کمزور ہو جس کی وجہ سے وہ مسائل اور دلائل میں ربط اور استدلال کی غلطی کے سبب واضح وصریح غلطیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

د: شریعت کے کسی مصدر کا انکار کرے:

جیسے ظاہریہ کا قیاس کا انکار کرنا اور اس کی وجہ سے لازمی طور پر بے شمار شذوذ کے شکار ہوئے ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

اجتہاد وقیاس دونوں ایک ہی مفہوم کے الگ الگ نام ہیں۔(الرسالۃ للامام الشافعی:ص477)

ھ: فاسد تاویلات کا سہارا،ضعیف وشاذ روایات پر تکیہ کرنا،تقلید مذموم کو راہ نجات سمجھ کر ہمہ وقت رخصتوں اور حیلوں کے تتبع وجستجو میں رہنا۔

(2) شخصی وذاتی اسباب:

الف: مخالفت اور شہرت وناموری کی تڑپ۔

ب: احکام صادر کرنے میں عجلت وجلد بازی سے کام لینا۔

ج: فتوی بازی میں طاق رہنے اور لوگوں میں مفتی کے ٹائیٹل حاصل کرنے کا شوق۔

د: ایک سالہ کورس کے ذریعہ افتاء کی ڈگری تفویض کرنا۔

ھ: خواہش نفس کی پیروی۔وغیرہ

(3) وقتی حالات وظروف:

الف: سیاسی پریشر ودباؤ جیسے حکومت میں جاہ ومنصب کا حصول یا کسی غلطی کی پاداش میں یرغمال بن کر درباری علماء کا فریضہ انجام دینا۔

ب: ٹی وی چینل پر بیٹھ کر لائیو یا موبائل وفیس بک پر آن لائن فتوی یا سوال وجواب کا سیشن جس میں مفتی سائل کے مقصد، اس کے احوال وکوائف،اس کے ملک کے عرف اور پس منظر سے

یکسر نابلد ہوتا ہے اور فتوی دے کر بسا اوقات مشکلات کا لامتناہی سلسلہ قائم کر دیتا ہے۔

سلف صالحین اور شاذ فقہی مسائل کی سنگینی:

*تابعی زیاد بن جریر سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ اسلام کو کون سی چیزیں منہدم کر دیتی ہیں؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا عالم دین کی لغزش، منافق کا قرآن کریم سے مجادلہ اور گمراہ حکمرانوں کے فیصلے۔ (صحیح بخاری:100)

*امام سلیمان تیمی فرماتے ہیں: اگر تم ہر عالم کی لغزشوں کو اکٹھا کر لے تو تو ہر قسم کے شر کا مجموعہ ہو جائے گا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ:2/927)

* اور امام اوزاعی فرماتے ہیں: جو علماء کے شاذ و نادر مسائل کو اپنا لے گا وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے گا۔ (السنن الکبری للبیہقی: 10/211)

*امام احمد اپنے شاگرد ابوالحسن میمونی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خبردار کسی بھی مسئلہ میں زبان کھولنے سے کلی طور پر اجتناب کرو جس میں تمہارا کوئی سلف نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 11/296)

امام شاطبی فرماتے ہیں: اللہ کے واسطے اوائل کی مخالفت سے بچو اگر ذرہ برابر اس میں خیر کا پہلو ہوتا تو سلف اس کے کہیں زیادہ حقدار تھے۔ (الموافقات:3/280)

فقہی مسائل میں شذوذ کے نقصانات:

مسائل میں شذوذ کی راہ اختیار کرنے کے ہر دور میں فرد اور معاشرہ پر بے شمار نقصانات مرتب ہوتے رہے ہیں خصوصا آج کی بین الاقوامی دنیا میں جب مختلف مناسبتوں سے بعض ناعاقبت اندیش علماء یا بردرز اس قسم کے مسائل کی خوب خوب تشہیر کرتے ہیں جیسے مطلقاً سنیچر کے دن کے روزہ کی ممانعت، نو ذی الحجہ یا عرفہ کا روزہ سعودی کے اعتبار سے یا اپنے ملک کی رویت کے اعتبار سے، صدقۃ الفطر نقدی یا غلہ پر مطلقاً اکتفاء، پوری دنیا میں صرف مکہ کی رویت کا اعتبار وغیرہ اور اس قسم کے مسائل کو کفر و اسلام کا مسئلہ سمجھ کر اس پر رد وقدح، طنز وتعریض، ضد وہٹ دھرمی، بسا اوقات تفسیق، تجریح اور تکفیر کے دروازہ پر دستک تک پر مجبور کر دیتی اور اس سے علماء ومشائخ کی تحقیر، بے ادبی وبے وقعتی کا ماحول گرم ہو جاتا ہے علماء کے تئیں عوام کے یہاں بے اعتنائی وبے اعتمادی اور شکوک وشبہات کے جراثیم جنم لیتے ہیں انکی ہیبت اور رعب ودبدبہ میں کمی واقع ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام، بردرز، عقلانی اور لبرل قسم کے لوگوں کو فضا مسموم کرنے، پھبتیاں کسنے، اور اپنے موافق ماحول سازگار کرنے کا موقع ہاتھ لگ جاتا ہے، طبیب، انجینئر، پلمبر، حافظ جی، صحافی، اینکرس ویوٹوبر جیسے ہر کس وناکس بھی دین کو بازیچہ اطفال بنا لیتے ہیں، اسی خوف کا اظہار قدیم زمانہ میں اہل علم نے کیا تھا: "**إذا كثر الملاحون غرقت السفينة**" جب ناخداوں کی بھرمار ہو جاتی ہے تو سفینہ غرقاب ہو جاتا ہے اور امام مالک، رحمہ اللہ کے استاد ربیعہ بن ابی عبدالرحمن اسی حالت زار پر اپنے دور میں بہت پہلے آبدیدہ ہوئے تھے، چنانچہ ایک شخص نے رونے کا سبب دریافت کیا؟ تو فرمایا: (ایسے لوگوں سے فتوی طلب کیا جا رہا ہے جو علم سے دور ہیں اور اسلام میں ایک عظیم معاملہ کا ظہور ہوا ہے، اور بعض جو فتوی دے رہے ہیں وہ چوروں سے کہیں زیادہ زنداں کے حوالے کئے جانے کے حقدار ہیں)۔ [اعلام الموقعین لابن القیم: 4/207]

چونکہ چور صرف مال کی حرمت پامال کرتا ہے جبکہ جاہل مفتی دین، انسانی جان، مال اور عزت وناموس کی حرمت کو پامال کرتا ہے، اس کے نقصانات میں سے خطرناک قسم کا نقصان یہ ہے کہ جہاں خواہشات نفس کے پجاریوں کا ایک ٹولہ تیار ہوگا وہیں بدعتوں کو پنپنے، اہل علم کے مابین عداوت، معاشرانہ چپقلس کو ہوا ملے گی، حلال وحرام کی تمیز ختم ہوگی نیز اسلام کی دیگر تمام سابقہ ادیان میں ایک مایہ ناز خصوصیت کہ وہ ہر طرح کی تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے اس کے برخلاف ہوا پرستوں کے لئے نقب زنی کا راستہ کھلے گا۔

شاذ مسائل وفتاویٰ سے بچاؤ کے راستے:

آج کے جدید دور میں جب شاذ مسائل زبان زد خاص وعام ہوکر زہر پھیلانے کا کام کررہے ہیں لہٰذا مسلکی غیرت وحمیت رکھنے والے ذمہ داران کو **"الوقاية خير من العلاج"** کے تحت آگے آنے کی ضرورت ہے اور فرمان نبوی ﷺ کے بموجب **"ومن يتحرى الخير يعطه ومن يتوق الشر يوقه"** (السلسلۃ الصحیحۃ:342وحسنہ الألبانی)

''جو خیر کا متلاشی ہوتا ہے اسے اللہ نوازتا ہے اور جو شر سے بچاؤ کی سبیل ڈھونڈھتا ہے اسکے لیے اللہ بچاؤ کے اسباب فراہم کرتا ہے''۔

(1) اپنی جمعیات اور جامعات ومدارس کے دارالافتاء اور اداروں کے مختلف رسمی چینلوں پر ایسے مفتیان کرام کو افتاء کی ذمہ داری تفویض کی جائے جو مقتدر وصاحب اہلیت ہو، علم دوستی کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاویٰ میں رسوخ رکھنے والا تجربہ کار ہو محض کسی جامعہ سے فراغت اور بلند منصب پر فائز ہونا کافی نہ رہے۔

(2) ایسے مفتیان کرام کو جماعت کے معتبر جہات، قابل قدر شخصیات اور بڑے ذمہ داران کی جانب سے توثیق واعتماد حاصل ہو جیسا کہ امام مالک کو جب تک 70 علماء مدینہ نے شہادت نہیں دے دی آپ نے اس حساس منصب کو قبول نہیں فرمایا۔

(3) فقہ اکیڈمیوں اور فتوی کمیٹیوں کا قیام ہو جہاں سے ماہرینِ فن، جدید مسائل اور نوازل جیسے مشکل مسائل میں ورکشاپ، سیمینار کے ذریعہ اجتماعی فتوی صادر فرماتے ہوئے حتی المقدور وہ لغزشوں سے محفوظ رہ سکیں۔

(4) اپنی جماعت کی مرکزی وصوبائی جمعیات اور بڑے سلفی مدراس وجامعات کے عہدیداران کو اس حساس مسئلہ کے تحت سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے تاکہ نوخیز اور ناپختہ وناتجربہ کار مفتیوں پر قدغن لگایا جاسکے اور مختلف جہات، اداروں، اور پلیٹ فارموں پر ناتجربہ مفتیوں کی حیثیت کو کم اور ان کا ناطقہ بند کرنے نیز اس قسم کی آواز مدہم کرنے کے لیے قلمی، لسانی، آف لائن وآن لائن قابل اعتماد مفتیوں کے ذریعہ اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ غیروں کی طرح اپنی جماعت کی شبیہ اور گرتی ہوئی ساخت کو بچایا جاسکے۔

(5) فقہ وفتاویٰ پر دسترس رکھنے والے ماہرین واسکالرس کی علمی وفقہی بصیرت کو جلا بخشنے اور اسے مہمیز لگانے نیز معاشرہ میں جاہل مفتیوں سے عوام کی نگاہ بھٹکانے کی خاطر گاہے بگاہے جدید پیچیدہ مسائل پر سیمینار، ورکشاپ اور ندوہ علمیہ کا انعقاد ہونا چاہئے تاکہ جماعت کے عوام وخواص کے سامنے نئے نئے مسائل کے تئیں صحیح اور واضح موقف رہے اور علماء بیزار معاشرہ میں علم واہل علم کی قدردانی اور انکی مرجعیت تسلیم کی جاسکے۔

تعلیم وآگہی

مساجد میں مکاتب کی اہمیت

شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

مکاتب اسلامیہ کی اہمیت وافادیت روز روشن کی طرح عیاں ہے، مدارس اگر دین کے قلعے ہیں تو مکاتب اسلام کی حفاظتی چوکیاں ہیں، مدارس اگر علوم وفنون کا منبع ہیں تو مکاتب اس کی طرف بل کھاتی لہریں ہیں، مکاتب انسانی حیات کیلئے آکسیجن ہیں، مکاتب ہماری اسلامی زندگی کا جوہر حیات، ہمارے دینی وجود کا مایۂ خمیر اور ہماری شریعت کا عکس جمیل ہیں، یہ اسلامی تہذیب، روحانیت، تشخص، روایات کے پاسدار ہیں، اگر علم دین کی ضرورت انسانیت کو ہے تو مکاتب کا قیام اس ضرورت کی تکمیل ہے، علم کی ترویج اور فروغ اسوۂ رسول ﷺ کا حصہ ہے، آپ نے بدر کے قیدیوں کی آزادی کی قیمت یہ طے کی تھی کہ جو پڑھے لکھے قیدی ہیں وہ صحابہ کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں، صفہ بھی ایک درسگاہ تھی جہاں مفلوک الحال صحابہ دین سیکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے؛ تین چیزیں لوگوں کیلئے ضروری ہیں، حاکم وامیر ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوجائیں گے، مصحف یعنی قرآن مجید کی خرید وفروخت؛ ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہوجائے گا، تیسری بات یہ ہیکہ عوام الناس کی اولاد کو ایسا معلم ضروری ہے جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیت الاولاد فی الاسلام جلد:۱ صفحہ ۲۲۹)

عہد صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مکتب جاری کیا اور معلمین کیلئے ایک رقم بھی مختص کی (محلی ابن حزم/8 صفحہ 195) جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو آپ نے مزید مکاتب کے اجراء کا حکم صادر فرمایا۔ (کتاب الاموال صفحہ:221)

یہ حوالے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ دینی تعلیم، مکاتب اور مدارس ہماری علمی ودینی تاریخ کا حصہ ہیں۔

مکاتب کی اہمیت کا اندازہ کرنا ہوتو مغربی ممالک میں اسلامی تشخص اور کلچر کے ساتھ زندگی گزارنے والے مسلمانوں پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے ،جی ہاں وہ مسلمان جنکے اسکول غیر اسلامی ہیں، جنکے کالجز غیر اسلامی ہیں اور جنکی یونیورسٹیز بھی غیر اسلامی ہیں تاہم وہ علیحدہ جزوقتی دینی تعلیم وتربیت کے زور پر اسلام کے اعلی اقدار وروایات کے ساتھ زندہ ہیں اوراسے حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔

ہمارے ملک ہندوستان میں اب یہی مدارس ومکاتب ہماری آخری امید ہیں، کیونکہ ملک کے بدلتے حالات، زعفرانی کلچر اور منصوبہ بند نصاب کی ضرر رسانی اور اس کے برگ وبار صاف نظر آرہے ہیں، ایک سادہ لوح انسان کو تعلیم کے ذریعے کسی بھی فکر، کلچر اور طور طریقے کا خوگر بنایا جاسکتا ہے، چٹان پر بھی مسلسل پانی گرے تو اس میں بھی سوراخ پیدا ہوجاتا ہے، یہ تو اذہان وقلوب ہیں جن کا متاثر ہونا فطری ہے، اس جہت میں تخریب کا سلسلہ جاری وساری ہے اور ہم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، والدین کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب شادی ہال میں مسلم لڑکا ماں سے پوچھتا ہے، مما دولہا اور دلہن پھیرے کب لگائیں گے؟ دولہا دلہن کو منگل ستر کب پہنائے گا؟ اور یہ پنڈت جی کہاں ہیں؟ مکاتب سے بے نیاز دنیاوی تعلیم کی یہ سزا ہے، ہم

مشنری اسکولوں کی بات کریں تو رفتہ رفتہ طالب کے ذہن کو مسیحیت کیلئے ہموار کرلیا جاتا ہے، ٹیچر مسلم سٹوڈنٹس سے کہتی ہے، تم اگر رمضان میں روزے رکھو گے تو امتحاں کی تیاری صحیح ڈھنگ سے نہیں ہو پائے گی، تمہارا رزلٹ متاثر ہوجائے گا، تم اگر نماز اور قرآن پڑھو گے تو تمہارا ہوم ورک رہ جائے گا، ماں باپ کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب بیٹا راستے میں رکھی یسوع مسیح کی مورتی کے سامنے سر جھکا کر دست بستہ کھڑا ہوجاتا ہے، گویا عصری تعلیم گاہیں ضلالت، بے حجابی، عشق ومحبت کی لعنتوں کی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی ہیں، تعلیم تو ضروری ہے لیکن تعلیم کی راہ سے فکر وعمل میں دراندازی کرنے والے فتنوں کا سدباب بھی ضروری ہے، دین بے زار تعلیم کے ذریعے کس طرح اسلام دشمن اپنے ایجنڈوں پر عمل کرتے ہیں؟ اس حوالے کو سماعت کریں اور حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جائیں، لارڈ میکالے جب فورٹ ولیم کالج قائم کرنے کے بعد برطانیہ واپس گیا تو اس نے برطانوی دارالعلوم میں اپنے اس منصوبہ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا:

”میں ہندوستان میں ایک ایسے ادارہ کی بنیاد ڈال کر آیا ہوں کہ اس کی وجہ سے ہندوستان میں رہنے والے رنگ ونسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی رہیں گے ؛ لیکن اپنی فکر اور ذہن و دماغ کے اعتبار سے انگریز بن جائیں گے" غور کیجئے مسئلہ کتنا سنگین ہے؟ یہ سب باتیں صیغۂ راز کی ہیں لیکن کبھی کبھی بلی تھیلے سے باہر آجاتی ہے، ہمارے مسلم مفکرین اور دانشوروں نے اس سازش کو سمجھا اور امت کو آگاہ کیا، اقبال رحمہ اللہ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس سازش کو بے نقاب کیا ہے اور اپنے اشعار میں منصوبۂ فرنگ کے قیامت خیز فتنے سے پردہ اٹھایا ہے، کہتے ہیں۔

سِینے میں رہے رازِ ملُوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے، اسے پھیر
تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹّی کا ہے اک ڈھیر!

سن لیجئے! تعلیم کے اس زہر کا تریاق مکاتب و مدارس ہیں، مکاتب کی تعلیم طلبہ کے فکر وذہن کی پہرہ داری کرتی ہے، قدم قدم پر ضلالت کے دام ہمرنگ زمین سے بچاتی ہے، دین اور اسلامی کلچر کے دھاگے سے بچوں کی روح کو باندھ کر رکھتی ہے، بعض لوگ مسلم عصری اسکولوں کا حوالہ دیں گے اور وہاں کے نصاب میں شامل دینیات کے مضمون کی بات کریں گے، تاہم طالب علم کیلئے مسلم عصری اسکولوں کا دینی مضمون کافی نہیں ہے کیونکہ اسکولوں میں دینی مضمون کا وہی حشر ہوتا ہے جو مدارس میں انگریزی مضمون کا ہوتا ہے الا ماشاءاللہ، اس لئے مکاتب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

قوم مسلم کیلئے ارتداد کا فتنہ بڑا دردناک ہے، ہم اگر اس پورے معاملے پر غور وفکر کریں گے تو تان دینی تعلیم وتربیت کے فقدان پر آکر ٹوٹے گی، آخر یہ کیسے ممکن ہوا کہ تلوار کی دھار پر رقص کرنے والا ایمان حرص وطمع کے بھینٹ چڑھ گیا؟ جبر وتشدد کی بھٹیوں میں راکھ ہوجانے والا الہواس حادثۂ فاجعہ پر سرد پڑ گیا؟ ایک ایکٹیوا گاڑی پر ایمان لٹ جاتا ہے؟ ایک لیپ ٹاپ پر توحید نیلام ہوجاتی ہے؟ ایک دس ہزار کی جاب ضمیر کی قیمت بن جاتی ہے، یہ کیسے ممکن ہوا کہ مسلم ماؤں کی کوکھ سے جنم لینے والی بچیوں کی کوکھ سے مشرکوں کی نسل جنم لے رہی ہے؟ پھر یہی بچیاں جھوٹے عاشقوں سے لٹنے کے بعد جب جنس بازار بنادی جاتی ہیں اور وہ ویڈیوز میں رورو کر اپنی قوم سے گہار لگاتی ہیں تو ہماری بچی کچھی غیرت کا آئینہ چیخ کر مزید چکنا چور ہوجاتا ہے، جانتے ہیں

ایسا کیوں ہوا ہے؟ کیونکہ ان بچیوں کی دنیاوی تعلیم کیلئے ماں باپ نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن انھیں مکتب کی اس فضا سے دور رکھا جہاں ایمان کی بشاشت کو جسم وروح کے ہر خلیے میں اتار دیا جاتا ہے، جہاں صحابہ کرام کے استقامت علی الدین کے ایمان افروز واقعات سنا کر ان کے قدموں میں ثبات و جماؤ کی میخیں ٹھونک دی جاتی ہیں، رفتہ رفتہ تعلیم وتربیت کی اس خنک چھاؤں میں ایمان اس قدر فولادی بن جاتا ہیکہ دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹس سے مس نہیں کرسکتی، غلطی یہاں والدین سے ہوئی ہے جنھوں نے دینی تعلیم کے نام پر صرف ناظرہ قرآن پڑھا دینے پر اکتفا کرلیا تھا، عقاید، منہج، سیرت انبیاء وصحابیاتِ کی ان کو ہوا بھی نہیں لگنے دی، نتیجہ سامنے ہے، شاعر نے اسی بات کا شکوہ کیا ہے؛

میں نے مانا میری آواز نہیں جائے گی
در و دیوار سے ٹکرا کے پلٹ آئے گی
اب بھی موقع ہے اندھیروں کا کرو کوئی علاج
ورنہ یہ نسل اجالوں کو ترس جائے گی

انٹرنیٹ اور میڈیا کے دور میں انحراف، تشکیک، انکار حدیت اور الحاد کی کھیتی لہلہا رہی ہے، نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد مستند علماء سے بے نیاز ہوکر گوگل کے مواد پر تکیہ کرتی ہے، اور ان یوٹیوب مقررین کو سنتی ہے جن کا ذہنی سانچہ کارگہ مغرب سے ڈھل کر آیا ہے، جن کی فکر مستشرقین کے لٹریچر سے تشکیل پائی ہے، وہ مغرب سے مرعوب ہوکر اسلام کی تعلیمات کو ان کے خودساختہ نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ عقل و منطق کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر خام ذہنوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کررہے ہیں، انٹرنیٹ اور میڈیا کے دور میں برقی لہروں کے ساتھ نہ معلوم کتنوں کے افکار بہہ گئے؟ کتنوں کے عقائد مسموم ہوگئے؟ کتنے ہیں جو گمراہ ہوگئے؟ کتنے ہیں جو ملحد ہوگئے؟ کتنے ہیں جو لبرل ہوگئے؟ کتنے ہیں جو منحرف ہوگئے؟ قافلہ مسلسل لٹ رہا ہے۔

اس المناک صورتحال سے ابھرنے کیلئے بچپن میں طلبہ کے دل و دماغ میں عقیدہ ومنہج کو راسخ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام مکاتب اسلامیہ کے مدرسین کرتے ہیں، جی ہاں وہی بوریہ نشین علماء جو ہمارے نونہالوں کی آخرت کی بقاء کیلئے زندگی کی کسمپرسی سے برسرپیکار ہوکر بھی میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں، ان کی کاوشوں کا دنیا میں کوئی معاوضہ نہیں ہے، بات دوسری طرف نکل رہی ہے، عرض یہ کررہا تھا کہ اس ملی بحران کو بھی دینی تعلیم وتربیت کے ذریعے ہی دور کیا جاسکتا ہے، بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی ہے بلکہ سماج ومعاشرے کے اخلاقی و دینی حالات بھی مکتب سے بے نیاز ہوکر درست باقی نہیں رہ سکتے، سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عصری تعلیم رشتوں کی تکریم نہیں سکھاتی ہے، بڑے چھوٹے کا پاس ولحاظ نہیں سکھاتی ہے، جنھوں نے اپنی اولاد کیلئے دھوپ میں اپنے جسم کو جلایا تھا آج اولاد کی ناقدری اور بے حسی ان کی روح کو جلا رہی ہے، وہ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح ماضی کا مرثیہ دہرا رہے ہیں، کتنے روشن خیال بچوں کو اپنا کھانستا ہوا باپ بوجھ لگنے لگتا ہے، ان کی بیمار ماں وبال جان لگتی ہے، ان کی دوائیوں کے خرچ کو اپنے اوپر معاشی بار سمجھتے ہیں، پڑھے لکھے انسانوں کی دنیا میں اولڈ ایج ہوم کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، بیٹے والدین کو اولڈ ایج ہوم میں بھیج کر بیوی بچوں کیساتھ فارن کنٹری میں عیش کررہے ہوتے ہیں مگر عالم اور حافظ بیٹا کم تنخواہوں کا درد لئے ماں باپ کی کفالت کرتا ہے، ان کا علاج کراتا ہے اور آخری رسوم بھی وہی ادا کرتا ہے، اس پر بھی والدین عقل کے ناخن نہیں لیتے بلکہ والدین اسی عصری تعلیم کی محبت میں اتنے گرفتار ہوتے ہیں کہ دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اس مجرمانہ غفلت کی فصل وہ بڑھاپے میں

کاٹتے ہیں اور افسوس ملتے ہیں کیونکہ اب بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے،مکاتب کی افادیت پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن میں مساجد میں مکاتب کے نکتے پر آتا ہوں۔

مکاتب اسلامیہ کیلئے کسی شاندار عمارت، کسی پرشکوہ بلڈنگ، کسی وسیع احاطے کی از سرنو ضرورت نہیں ہے،مساجد کی چہار دیواری اوراس کی پرسکون فضا دینی تعلیم وتربیت کا بہترین مصرف ہیں،یعنی نمازوں کے علاوہ اوقات میں مساجد کو مکاتب میں تبدیل کرلیا جائے،جیسا کہ اب بہت سی مساجد میں سلسلہ جاری ہے،یہ بھی ہماری فکر کا تاریک پہلو ہیکہ ہم نے مساجد کوصرف جمعہ وجماعت کیلئے خاص کررکھا ہے،نرم ونازک قالینیں کہیں گندی نہ ہوجائیں،چمکتی ہوئی سنگ مرمر کہیں میلی نہ ہوجائے؟اس کا خیال ہے،لیکن ہمارے خرمن دین ودانش پر مسلسل برق گررہی ہے، ہمارے مستقبل کے افق پر اندھیرا پھیل رہا ہے،اس کا خیال نہیں ہے،یہ پہلے تو نہیں تھا،مساجد میں تعلیمی حلقے سلف کی روایات ہیں،وہ مسجد نبوی جہاں سے خیر وصلاح کا پہلا سوتا پھوٹا تھا اوراسی کی آبشار آج تک دنیا کے طول وعرض میں بہہ رہی ہے،اسی مسجد نبوی میں عبادت وریاضت،دعوت وتبلیغ،تعلیم وتربیت،افتاء وقضاء کے ساتھ تمام دینی وملکی اور ثقافتی سرگرمیاں انجام پاتی تھیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین اور تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں بھی مسلم معاشرہ میں مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس سے تمام دینی تعلیمی اور دعوتی امور انجام پاتے تھے؛لیکن بعد کی صدیوں میں جوں جوں عہد نبوت سے فاصلے بڑھتے گئے،مسجد کی مرکزیت بھی ختم ہوتی گئی،وقت آگیا ہیکہ مساجد کا وہ غیر معمولی اور ہمہ جہت مصرف دوبارہ بحال کیا جائے اوراس کی افادیت سے قوم وملت کو بہرہ ور کیا جائے۔

مساجد میں مکاتب کی غیر معمولی اہمیت پر بات بہت ہوچکی، لیکن آج مکاتب کا جائزہ بتاتا ہے کہ مکاتب روبہ زوال ہیں، مساجد میں صباحی ومسائی تعلیمی سلسلہ متوقع نتائج دینے سے قاصر ہے،لہٰذا مکاتب کی قرار واقعی افادیت کیلئے اصلاح وترمیم کی بہت ضرورت ہے،اخیر میں قیام مکتب اور اصلاح کے حوالے سے چند تجاویز پیش خدمت ہیں جو اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد سطح ذہن پر ابھرے ہیں۔

1) جن مساجد میں مکتب کا نظم نہیں ہے وہاں پہلی فرصت میں قیام مکتب کیلئے کوشش ہونی چاہیے،علماء خطبوں میں ذہن سازی کریں اور دینی تعلیم کے حوالے سے بیداری پیدا کریں۔

2) بچوں کو تلاش تلاش کر متعلقہ مکتب میں لایا جائے،مسجد کے گردوپیش میں اگر گشت کرنا پڑے تو کرنا چاہیے،گھروں تک جانا پڑے تو جانا چاہئے،یہاں تک کہ تعلیم کے اوقات میں کوئی بچہ کھیلتا ہوا نظر آئے تو اس بچے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے،اس کے دینی تعلیم سے محرومی کا سبب جان کر کے اس کے ازالے کی کوشش کرنی چاہیے،کوشش یہ ہو کہ گردوپیش کا کوئی بچہ دینی تعلیم سے محروم نہ ہو۔

3) طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتو مدرسین کی تعداد میں بھی اضافہ ہونا چاہیے،ایسا نہ ہو طلبہ کی تعداد مدرس کی استطاعت سے زیادہ ہو اور وقت دینا مشکل ہوجائے،دیکھا یہ جاتا ہیکہ ایک ایک مدرس کے حصے میں پچاس پچاس طلبہ ہوتے ہیں،اندازہ کریں کہ ایک گھنٹے میں ایک مدرس پچاس بچوں کو کیسے ڈیل کرے گا؟ایک تہائی وقت تو بچوں کو خاموش اور کنٹرول کرنے میں گذر جائے گا،ایک تہائی وقت موبائل کا نوٹیفکیشن دیکھنے میں جائے گا اور باقی وقت بھی جیسے تیسے گذر جائے گا اور جیسے وقت پورا ہوتا ہے،مدرس بچوں سے پوچھتا ہے،سب بچوں کا سبق ہوگیا؟ بچوں کی طرف سے فلک شگاف نعرہ...جی حضرت ہوگیا، پھر چھٹی

ہوجاتی ہے،کثیر تعداد والے مکاتب میں تعلیم کی کہانی یہی ہوتی ہے جن میں مدرس کم ہوتے ہیں،اس لئے تعداد اور مدرس کے درمیان توازن باقی رہنا چاہیے،ایک معلم پندرہ ، بیس طلبہ کو پڑھائے اوربس۔

4) مسجد کے امام اورمؤذن اگرتعلیم دے رہے ہیں تو الگ سے ان کی فیس طے ہونی چاہیے،نا کہ امامت اوراذان کی تنخواہ کے بدلے یہ اضافی ذمے داری بھی ان پر لاد دیا جائے،وگرنہ تعلیم متاثر ہوگی اور خاطرخواہ رزلٹ نہیں ملے گا۔

5) مکاتب کاٹھوس نظام اورمعیاری نصاب متعین کیا جائے جس کی پابندی ازحد ضروری قرار دی جایے،ایسا نہ ہو کہ یونہی چلے چلو جہاں تک چلی چلے،نصاب میں قرآن مع تجوید،عقائد،ادعیہ ماثورہ،سیرت،احکام و مسائل کو ترجیح حاصل ہو، نظام تعلیم میں اوقات کانظم،تعلیم اورامتحانات کے تعلق سے ضوابط درج ہوں۔

6) طلبہ کو وضو،تیمم،غسل،نماز کا طریقہ اوراس جیسے مسائل عملی مشق کے ذریعے سمجھائے جائیں۔

7) بچوں کی تعلیم کے ساتھ تعلیم بالغاں کانظم بھی ہونا چاہیے، وہ طلبہ بھی ہمارے مدنظر ہوں جو ایس ایس سی یا ایچ ایس سی کررہے ہوں،کوشش یہ ہونی چاہیے کہ پانچ سال سے بارہ سال تک کے طلبہ کیلئے ہم ایک نصاب مرتب کریں اور پھر بارہ سال سے سولہ سال کے طلبہ کیلئے ایک علیحدہ نصاب ترتیب دیں،بڑی عمر کے طلبہ بھی دین کے مبادیات اورروزمرہ کی ضروریات دین سے ناواقف ہوتے ہیں۔

8) اہل ثروت مصلیان کو اپنی مسجد کے مکتب پر توجہ دینی چاہیے اور اپنے مال سے مکتب کو سپورٹ کرنا چاہیے،مسجد اگر وسائل سے محروم ہو،مدرسین کو تنخواہ دینے سے قاصر ہوتو اپنی جیب خاص سے چند مدرسین کی تنخواہ ادا کریں،اگر مکتب کی تعلیم کیلئے فیس لگائی گئی ہے اوربعض غریب طلبہ ادا نہ کرسکتے ہوں تو ان طلبہ کی فیس بھی ادا کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

9) مسجد کے مصلیوں میں سے چند پڑھے لکھے لوگوں کی کمیٹی بنائی جائے جو تعلیم اور نظم ونسق کا جائزہ لیا کریں،معیار تعلیم پر خصوصی توجہ دیں۔

10) مکتب کی تعلیم میں معیاری مدرسین کا انتخاب کیا جائے، بالخصوص وہ مدرسین جو تجوید اورقرأت سے واقفیت رکھتے ہوں تاکہ طلبہ کو قرآن کی صحیح تعلیم سے روشناس کرسکیں۔

11) طلبہ کی حاضری پر خصوصی توجہ ہو،ایسا نہ ہو کہ بچے ہفتہ عشرہ غائب رہیں اوران کی کوئی باز پرس نہ ہو،پیرنٹس کو طالب کی اچھی اور خراب کارکردگی سے آگاہ کریں تاکہ وہ دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ مبذول کریں۔

12) ششماہی اور سالانہ امتحان کانظم بھی ہواور رزلٹ کے مطابق خود احتسابی میٹنگ بھی ہوتا کہ معیار تعلیم خوب سے خوب تر ہو۔

3) مسلم بچوں کو اردو میں لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جائے،اردو زبان کی بقاء کیلئے ضروری ہیکہ ہمارے بچوں کو اردو زبان سے شناسائی ہو،اخبار اور دینی کتابیں یہ پڑھ سکیں۔

مکاتب کے قیام اور اصلاح کے ضمن میں یہ چند نکات ذہن میں پیدا ہوئے اور بلاکم وکاست آپ کی خدمت میں پیش کردئے گئے،امید کہ ائمہ،علماء اور دعاۃ ناچیز کی گذارشات پر توجہ دیں گے،اپنے حصے کی ذمے داری بحسن وخوبی ادا کریں گے،اگر ہم نے مکتب کا نظام درست کرلیا تو ملک وملت میں ایک نئی صبح کی پو پھٹے گی،ایک نئے دور کا آغاز ہوگا ان شاءاللہ،اللہ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق بخشے۔(آمین)

احساسات وتوجیہات

تنظیمِ وقت کی اہمیت

شیخ محمد ارشد سکراوی (ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث، ممبرا)

الحمد لله الذى كفى، وسلام على عباده الذين اصطفى ، أما بعد :

☆ **وقت کی اہمیت وخصوصیت:**

وقت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور ہمارے پاس ایک امانت ہے جسے پاکر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے : ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ [فرقان:٦٢]

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا، اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے''۔

اور فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ [ابراہیم: ۳۳-۳۴]

''اور اسی (اللہ) نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کردیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں، اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے ، یقینا انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے''۔

یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔

☆اللہ تعالیٰ نے زمانے اور مختلف اوقات کی قسم کھا کر اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کو بیان فرمایا ہے:

﴿وَٱلْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ﴾

''زمانے کی قسم ، بے شک انسان سراسر نقصان میں ہے ، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی''۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''العصر: سے مراد زمانہ ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے اس وجہ سے کہ اس میں بڑے عجائبات موجود ہیں ،ایک امت آتی ہے دوسری فنا ہوجاتی ہے، تقدیر کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں، کتنی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، اور یہ زمانہ پوری آب وتاب کے ساتھ جاری ہے ، رات کے تعاقب میں دن لگا ہوا ہے ، اور دن کے پیچھے رات ، یہ سب اپنے آپ میں قدرت کے عجائبات ہیں''۔ (أضواء البیان)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی زندگی ہر دن برف کے مانند پگھل رہی ہے، اور ہر شخص اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَٱلَّيۡلِ إِذَا يَغۡشَىٰ ۞ وَٱلنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ﴾ [اللیل:۱-۲]

''قسم ہے رات کی جب چھا جائے، اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو''۔

اور فرمایا: ﴿وَٱلۡفَجۡرِ ۞ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ﴾ [الفجر:۱-۲]

''قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی''۔

اور فرمایا: ﴿وَٱلضُّحَىٰ ۞ وَٱلَّيۡلِ إِذَا سَجَىٰ﴾ [الضحیٰ: ۱-۲] ''دھوپ چڑھنے کی قسم اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے''۔

بہت ساری آیتیں ہیں جن میں وقت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے، عقلمند ہے وہ انسان جو وقت کی قدر و قیمت سمجھ کر اس کا صحیح استعمال کرتا ہے، یہ زندگی کے وہ خوبصورت لمحات اور فرصت کی گھڑیاں ہیں جسے اللہ تعالی نے بطور نعمت کے ہمیں عطا کیا ہے، مگر انسان بے دریغ ضائع و برباد کر دیتا ہے اور اسے شعور و احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس نے کیا کچھ کھو دیا ہے، یہ وقت کی بڑی اہم خصوصیت ہے کہ گزرا ہوا وقت کبھی ہاتھ نہیں آتا، اس کا ازالہ اور تلافی ناممکن ہے، یہ وہ قیمتی متاع ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے ، اور نہ ہی زر و جواہرات سے اسے خریدا و بیچا جاسکتا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

لیتَ الشَّبابَ یَعُودُ یومًا
فَأُخْبِرهُ بِمَا فَعَلَ المشِیْبُ

ترجمہ: ''اے کاش جوانی ایک دن کے لئے لوٹ آتی تو اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے کیسا ستم ڈھایا ہے''۔

لہٰذا یہ وقت ہی ہماری عمر حیات ہے، اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے وقت کا صحیح استعمال کرنا لازمی امر ہے، بعض سلف کہتے تھے: **''الوقت كالسَّيْفِ إنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ''** (قیمۃ الزمن:ص:۲۵)

''وقت تلوار ہے، یا تو تُو اسے کاٹ دے یا وہ تجھے کاٹ دی گی''۔

☆ قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ دو موقعوں پر انسان کی حسرت و ندامت کا ذکر کیا ہے جس سے وقت کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے: ایک وہ گھڑی جب آدمی دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف رخصت ہو رہا ہوتا ہے:

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ٱرۡجِعُونِ ۞ لَعَلِّيٓ أَعۡمَلُ صَٰلِحٗا فِيمَا تَرَكۡتُۚ كَلَّآۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا﴾ [المومنون:۹۹-۱۰۰]

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوتا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے''۔

سوائے حسرت و ندامت کے آج اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اور فرمایا:

﴿وَأَنفِقُواْ مِن مَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ أَحَدَكُمُ ٱلۡمَوۡتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوۡلَآ أَخَّرۡتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٖ قَرِيبٖ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾ [منافقون:۱۰]

’’اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے: اے میری پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہوجاؤں‘‘۔

زندگی کے آخری پڑاؤ میں آدمی اپنی عمر رفتہ پر ندامت کررہا ہوتا ہے، اور اس بات کا متمنی اور شدید خواہش مند ہوتا ہے کہ اسے کچھ مہلت مل جائے تاکہ کچھ نیکیاں کرلے مگر یہ صرف ایک حسرت ہوتی ہے جو کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔

☆ دوسرا موقع جنت وجہنم کا فیصلہ ہوجانے کے بعد جہنمی تمنا کریں گے، ارشاد باری تعالی:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ [فاطر:۳۷]

’’اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے، (اللہ کہے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی، کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہونچا تھا، سو مزہ چکھو کہ (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں‘‘۔

یعنی اگر تم حق وہدایت سے فائدہ اٹھانا چاہتے تو کیا یہ ساٹھ سال، ستر سال کی عمر کم تھی، مگر تم نے ان اوقات کو کفر وضلالت اور حق کی دشمنی میں ضائع کردیا، اب حسرت وندامت کا کوئی فائدہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’أَعْذَرَ اللَّهُ إِلَى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ ، حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً‘‘ (صحیح بخاری:۶۴۱۹)

’’آدمی کا اللہ کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا ہے جسے اتنی مہلت دیدے کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہونچ جائے‘‘۔

☆ **وقت کی اہمیت سنت رسول ﷺ کی روشنی میں:**

’’رسول اکرم ﷺ نے ہماری توجہ اس جانب مبذول کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ دو نعمتیں بڑی لازوال ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ‘‘ (صحیح بخاری:۶۴۱۲)

’’دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی بابت بہت سارے لوگ بے توجہی اور غفلت کا شکار ہیں، صحت وتندرستی اور فراغت‘‘۔

ان نعمتوں کو پاکر عموماً انسان لاپروا ہوجاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ان پر کبھی زوال نہیں آئے گا، حالانکہ تندرستی کے پیچھے بیماری لگی ہوئی ہے، اور فارغ البالی کے پیچھے مشغولیت لگی ہوئی ہے، اور جب مشغولیت آتی ہے تو انسان کو کچھ سجھائی نہیں دیتا، فراغت اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، لیکن اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو ہمارے لئے وبال بھی ہے، بے کار انسان بڑی آسانی سے شیطان کا شکار بن جاتا ہے، نفسانی خواہشات اور خطرناک قسم کی نفسیاتی اندیشوں اور وساوس میں مبتلا ہوجاتا ہے، فراغت انسان کے فکر وعمل اور جسمانی قوتوں کے لئے ایک مہلک مرض کی طرح ہے، اگر زندگی میں حرکت وعمل نہ ہو تو دل ودماغ مختلف طرح کے فتنوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں، ان پر غلط قسم کے افکار کا تسلط

ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَٱنصَبْ ۝٧ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَٱرْغَب﴾ [الشرح:۸]

''پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر، اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا''۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب آپ امور دنیا اور اس کی مشغولیات سے فارغ ہوجائیں تو نشیط اور فارغ البال ہو کر اللہ کی عباد کی طرف پورے اخلاص اور رغبت کے ساتھ متوجہ ہوجائیں''۔(ابن کثیر)

دوسری حدیث حضرت عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إغتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ، وفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ،وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ''(صحیح الترغیب:۳۳۵۵،صحیح)

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو بڑھاپا سے پہلے، اپنی تندرستی کو بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو فقر وفاقہ سے پہلے، اپنی فارغ البالی کو مشغولیت سے پہلے، اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو''۔

یہ پانچوں چیزیں ان بنیادی امور میں سے ہیں جن پر ایک کامیاب زندگی کا انحصار ہے، اس لئے ان نعمتوں کی قدر کرو، روزی روٹی اور دنیا کے کاموں میں انہماک سے زیادہ اللہ کی عبادت وبندگی کو ترجیح دو، روزمرہ کے شیڈول سے وقت کو فارغ کرو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

''يَاابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِی أمْلَأُ صَدْرَکَ غِنیً وَأَسُدُّ فَقْرَکَ، وَإلاَّ تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْکَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَکَ''(سنن الترمذی:۲۴۶۶،صحیح)

''اے آدم کی اولاد میری عبادت کے لئے اپنے وقت کو فارغ کر میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر وفاقہ کا دروازہ بند کردوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھوں کو مشغولیت سے بھر دوں گا، اور فقر وفاقہ کے دروازے تیرے لئے کھول دوں گا''۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں عطا کی ہیں جن کے بارے میں ہم سے پوچھا جائے گا:''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لاَ تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَ أَبْلَاهُ ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ''(سنن الترمذی: ۲۴۱۶،صحیح)

''قیامت کے دن ابن آدم کے قدم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہل نہیں سکتے جب تک کہ پانچ چیزوں کا جواب نہ دیدے، اپنی عمر کے بارے میں کہ اسے کن چیزوں میں لگایا؟ اور جوانی کو کہاں گزارا؟ اور مال کہاں سے کمایا؟ اور کن چیزوں میں خرچ کیا؟ اور تجھے جو علم تھا اس کے مطابق کتنا عمل کیا؟''۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ڈھنگ سے ایک دن کے بارے میں جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے چہ جائے کہ پوری عمر کا جواب کیسے دیں گے۔

☆ایک شخص نے پوچھا:اے اللہ کے رسول ﷺ:

”أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ ، قَالَ : مَنْ طَالَ عُمُرُه، وَحَسُنَ عَمَلُهُ،قَالَ : فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ ؟ قَالَ : مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ“(سنن الترمذی:۲۳۳۰،صحیح لغیرہ)

”سب سے اچھا آدمی کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:”جس کی عمر لمبی ہواور اس کے اعمال اچھے ہوں،اس شخص نے پوچھا سب سے برا آدمی کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”جس کی عمر لمبی ہواور اس کے اعمال برے ہوں“۔

اس حدیث میں انسان کے اچھے اور برے ہونے کا معیار بتایا گیاہے،اور وہ ہے عمر کا اچھا اور برا استعمال،کیونکہ اصل زندگی تو وہی ہے جو اللہ تعالی کی بندگی میں گزر جائے ، اور جو لمحات معصیت ونافرمانی میں گزریں وہ انسان پر وبال ہے ، گناہ ومعصیت کی زندگی سے بہتر موت ہے ،لہٰذا وقت یا تو آپ کا بہترین دوست ہے یا بدترین دشمن ، یہ سارا معاملہ اس کے ساتھ برتاؤ پر منحصر ہے۔

☆ **وقت کی تنظیم وادارت کی ضرورت:**

وقت کی تنظیم اور ٹائم مینجمنٹ کسی بھی عمل کے لئے کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے ، بنیادی اہداف ومقاصد کے حصول میں تنظیم اوقات بہت اہم رول ادا کرتی ہے ، افراد اور سماج کی ذہنی قوتوں کو صحیح رخ دینے اور مفید کاموں میں استعمال کے لئے معاون بنتی ہے،کوئی بھی کام کرنے یا دوسروں سے کام لینے کے لئے ہم سب ایک نظام کے محتاج ہیں ، کوئی ادارہ یا کمپنی ہو، اسکول وکالج ہو ، تنظیم وجماعت ہو ،مساجد ومدارس ہوں یا دوکان ومکان ہو اس کے نظم ونسق کو درست طور پر قائم رکھنے کے لئے وقت کی پابندی اور ایک مضبوط نظام کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر کوئی بھی انفرادی واجتماعی کوشش ثمر آور نہیں ہوسکتی ، عموما کسی بھی دینی ودنیوی کوشش کے فلاپ اور ناکام ہونے کے پیچھے اصل وجہ وقت کی عدم پابندی اور غیر ذمہ داری کا رویہ ہی ہوتا ہے،کسی بھی کام کو مفید بنانے کے لئے وقت کا صحیح استعمال لازمی امر ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے صالحین کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی عمر کے ایک ایک لمحے پر درہم ودینار سے زیادہ حریص ہوتا تھا،وہ خود بھی عبادت اور اجتہاد میں مشغول رہتے ،کوئی ایک دقیقہ بھی بیکار نہ جانے دیتے ، جب کوئی اور کام نہ ہوتا تو زبان سے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ۔(الزہد لاحمد بن حنبل:۲۸۲)

☆تنظیم اوقات ایک ایسی صلاحیت کا نام ہے جس کی بنیاد آپ کی اپنی ذات اور شخصیت ہونی چاہیے : ﴿قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارًا﴾ [التحریم:۶] سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک منظم عمل کے سانچے میں ڈھالنا شروع کیجئے ، اپنے آپ کو پہچانئے اور اپنی ذات کو بہترین صلاحیتوں کا مالک بنانے کی فکر کیجئے ، یومیہ چوبیس گھنٹہ آپ کے پاس ہے، دینی، دنیوی، تعلیمی،تجارتی ،اخلاقی وتربیتی اعتبار سے اپنی ذات میں نکھار پیدا کیجئے ، آج کی مصروف ترین دنیا میں کامیابی کی منزلوں کو پالینا آسان نہیں ہے ، وہی شخص کامیاب ہو پاتا ہے جو وقت کے صحیح استعمال کا ہنر اور تجربہ رکھتا ہے،اور اگر ہم اپنے آپ کو ان چیزوں کا عادی بنالیں تو ایسا محسوس ہوگا کہ ہمیں اضافی وقت میسر ہوگیا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إضَاعَةُ الْوَقْتِ أشَدُّ مِن الْمَوتِ ،لِأَنَّ إضَاعةَ الوَقْتِ تقْطَعُكَ عنِ اللهِ وَ الدَّارِ الآخِرَةِ ، وَالمَوْتُ يَقْطَعُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَأهْلَهَا" (الفوائد: ۱/۳۱)

''وقت کا ضائع کردینا موت سے بھی زیادہ سخت ہے، ضیاع وقت تجھے اللہ اور یوم آخرت سے دور کردیتا ہے، اور موت صرف دنیا اور دنیا والوں سے دور کرتی ہے۔

☆ یہ صدی ٹیکنالوجی، ٹولز اور جدید وسائل کی صدی ہے، یہ گلوبل دنیا ایک موبائل اور کمپیوٹر میں سمٹ کر رہ گئی ہے، جسے بروئے کار لاکر کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، آج کے دور میں تنظیم وقت ایک فن کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، جسے باقاعدہ نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے، بزنس وتجارت، مارکٹنگ، ایڈمنسٹریشن بہت سارے کورسس کرائے جاتے ہیں، اس کے استعمال کی ٹیکنیک اور طریق کار کی تعلیم دی جاتی ہے، ترجیحات اور مقاصد کی تعیین کیسے کی جائے؟ غیر ترجیحاتی سرگرمیوں میں ضائع ہونے والے وقت کو کیسے بچایا جائے؟ اپنے مقاصد اور اہداف کا نفاذ کیسے کیا جائے؟ فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی سے لے کر کامیابی تک پہونچنے میں وقت کی پابندی کتنا اہم رول ادا کرتی ہے، موثر منصوبہ بندی کے ذریعہ اپنے ہدف اور مقصد تک پہونچنے میں تنظیم وقت کی کتنی اہمیت وضرورت ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کی سہولیات نے ہمارے لئے دینی ودعوتی، تعلیمی وتربیتی، تحقیقی وتصنیفی، سماجی ومعاشی میدان کو بہت حد تک آسان بنا دیا ہے، آج نٹ پر بڑی بڑی لائبریریاں موجود ہیں اور ایسی نایاب ونادر کتابیں جو ہماری دسترس سے باہر تھیں، آج یہ وسائل علمی شغف اور دعوتی جذبہ رکھنے والوں کے لئے ایک سوغات ہے، منٹوں میں ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کرکے مطلوبہ مواد کو آپ کے سامنے بڑی آسانی سے حاضر کردیتا ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "مِنْ حُسْنِ إسْلاَمِ المَرءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ" (سنن ابن ماجۃ: ۳۹۷۶، صحیح)

''آدمی کے اچھا مسلمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ لایعنی اور بے فائدہ کاموں کو ترک کردے''۔

یہ کمال دین اور محاسن اسلام میں سے ہے کہ وقت کی حفاظت کی جائے، کیونکہ فضول کاموں کا نہ کوئی فائدہ دنیا میں ہوتا ہے نہ ہی آخرت میں، لہٰذا وقت کا درست اور صحیح استعمال کرنے کے لئے انسان کے پیش نظر زندگی کا ایک مقصد اور نصب العین متعین ہونا ضروری ہے، جہاں کوئی ہدف اور ٹارگٹ نہیں ہوتا انسان لایعنی چیزوں میں اپنا وقت برباد کردیتا ہے، آج ہم اس قدر مشغول ہیں کہ ہمارے پاس تلاوت قرآن کے لئے وقت نہیں ہے، صبح وشام کے اوراد ووظائف کا اہتمام نہیں کرپاتے، تصنیفی وتحقیقی کام اور مطالعہ کے لئے وقت نہیں ہے، مگر ہر ایک کے پوسٹ پر لائک اور کمنٹ کے لئے وقت ہے، سیر وتفریح، ڈھابے اور ہوٹلوں میں دوستوں کی محفل جما کر وہاں کی پوری رپورٹ اور تصویر شوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرنے کا وقت ہے، ایک مدرس وامام دو دو بجے رات تک شوشل میڈیا پر اون لائن ہوتا ہے، پوسٹ ڈالتا اور شیئر کرتا ہے، صبح وقت پر بیدار ہوکر اپنے فرائض وذمہ داریوں کو صحیح ڈھنگ سے کیسے ادا کرسکتا ہے؟ ہم سماج کے

چنیدہ لوگ ہیں، ہماری ہر حرکت وعمل پر لوگوں کی کڑی نگاہیں ہوتی ہیں، خود ہماری زندگی میں وقت کی پابندی نہیں ہے تو ہم دوسروں کو تنظیم وقت کی کیا تعلیم دیں گے، یہ کسی پر تنقید نہیں بلکہ ہم سب کے لئے محاسبہ کا پہلو ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ابْنَ آدَمَ إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ وَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُکَ“(الزہدلاحمد بن حنبل:۲۲۵)

”اے ابن آدم تو ایام کا مجموعہ ہے، اور جب ایک دن گزر جائے تو یوں سمجھ کہ تیرا ایک حصہ گزر گیا“۔

☆ روزمرہ کے اوقات کا ایک شیڈول ہونا چاہئے، اس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو بہتر ڈھنگ سے ادا نہیں کرسکتے، اسلامی شریعت میں ہر کام کی ایک فطری ترتیب ہے، اللہ تعالی نے سونے جاگنے کا وقت بنایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾[النبا:۱۱]

”اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا، اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ہے، اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا“۔

”اس ربانی اور فطری تنظیم وترتیب کو قبول کرکے عملی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کیجئے، مگر یہ آسان نہیں ہے، اس کے لئے مضبوط عزم وارادے اور فکر مندی کی ضرورت ہے، کیونکہ انسان جس سماج میں رہتا ہے وہاں کے اچھے برے اثرات سے متاثر ہوتا ہے، آج انسان بے ترتیب زندگی بسر کررہا ہے، سونے جاگنے، کھانے پینے، رہنے سہنے کا سماجی نظام بکھر چکا ہے جس کی وجہ سے ہم بھی دیر رات فضول چیزوں میں اپنا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں، نتیجۃً ہماری صبح دیر سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمارا ضروری سے ضروری کام بھی وقت پر نہیں ہو پاتا ہے، کتنے فرائض وحقوق یونہی بے ترتیبی میں ضائع ہوجاتے ہیں“۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”إِنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ يَعْمَلاَنِ فِيکَ فَاعْمَلْ فِيهِمَا“(أدب الدنیا والدین للماوردی:۱۲۲)

”یقینا رات اور دن تمہارے بارے میں اپنا کام کررہے ہیں، پس تم ان (دونوں کا صحیح استعمال کرکے) اپنا کام کرلو“۔

☆ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے اوقات کی بڑی عمدہ تنظیم فرمائی ہے، دینی فرائض کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ انسانی تقاضوں اور ضروریات زندگی کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے، مثلا نماز تنظیم وقت کی ایک بہترین مثال ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ [النساء:۱۰۳]”یقینا نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں میں فرض ہے“۔

اور فرمایا:﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾[الاسراء:۷۸]

”آپ زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور فجر کے وقت قرآن (پڑھنے کا التزام کیجئے)“۔

گویا نماز انسان کو وقت کا پابند بناتی ہے، جب ایک مسلمان ان فرائض کو اپنا لیتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ اللہ تعالی کے متعین کردہ نظام اور روٹین پر ڈھل جاتا ہے، جس سے زندگی کے ہر کام میں ایک توازن پیدا ہوجاتی ہے، شاعر کہتا ہے:

حیاتک أنفاس تعد فکلما
مضى نفس مِنها انتقَصتْ بهِ جُزْءا

ترجمہ: تیری زندگی چند محدود گھڑیوں کا نام ہے، ان میں سے جو گھڑی گزر جاتی ہے اتنا حصہ زندگی کا کم ہو جاتا ہے۔

☆تنظیم اوقات میں یہ بھی شامل ہے کہ ہر فرد سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لینے کی ترتیب بنائی جائے، جو لوگ جس میدان کے ماہر اور اکسپرٹ ہیں ان سے وہی کام لیا جائے، تقسیم کار اور کسی علمی وتحقیقی پروجیکٹ میں کئی افراد کی شمولیت کا طریقہ بھی انتہائی مفید ہے، اس کے ذریعہ کم وقت میں زیادہ اور مفید کام لیا جاسکتا ہے، اس وقت اجتماعیت اور باہمی مشورے سے کام کرنے کا فقدان نظر آتا ہے، کام میں تنوع کے بجائے ایک ہی جیسے کام کا انبار لگا ہوا ہے، آپ پروگرام اور جلسہ کررہے ہیں میں بھی کروں گا، آپ کسی آیت اور حدیث کا امیجز بنا کر شوشل میڈیا پر ڈال رہے ہیں دوسرا بھی پوری انرجی اسی پر صرف کردے گا، کوئی دینی ودعوتی گروپ منظم انداز میں چل رہا ہے میں بھی اپنا گروپ بناؤں گا، غرض یہ کہ کام کے تکرار سے بھی بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے، الا یہ کہ واقعی اس کی ضرورت اور فائدہ ہو۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنِّي لَأَبْغَضُ الرَّجُلَ أَنْ أَرَاهُ فَارِغاً لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلاَ عَمَلِ الْآخِرَةِ" (الزہد لاحمد بن حنبل:۱/۱۳۱، رقم:۸۷۴)

"میں فارغ اور بے کار لوگوں کو دیکھ کر انتہائی ناپسند کرتا ہوں، کہ نہ وہ کسی دنیاوی عمل میں مصروف ہو اور نہ ہی اخروی عمل میں"۔

"اس وقت ہمارے سماج کا ایک بڑا طبقہ اسی طرح کی زندگی گزار رہا ہے، دن رات لہولعب میں مشغول، گلی، نکڑ، چوراہوں پر بے مقصد بیٹھا ہوا، دیر رات دوستوں کی مجلسوں میں ہلڑ بازی، ٹھٹھا ومذاق، بائک ریس کرتا زندگی کو برباد کررہا ہے، ماں باپ پڑوس محلہ ہر کوئی پریشان ہو چکا ہے، مسلم محلوں کے حالات اس سے بھی بدتر ہو چکے ہیں، گارجینس اور ذمہ داروں کو یہ احساس پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو ان لایعنی کاموں سے بچا کر کیسے مفید کاموں پر لگا سکتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ وقت کا ضیاع قوموں اور تہذیبوں کی تباہی کا باعث ہے، کامیاب افراد اور قوموں کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وقت کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا، وقت کی ناقدری ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا خود وقت دیتا ہے، اس وقت مسلم معاشرہ بالخصوص نوجوان طبقہ اس حوالے سے ہلاکت وبربادی کے دہانے پر کھڑا نظر آرہا ہے، جبکہ دوسری مادہ پرست قومیں ہزار خرابیوں کے باوجود ہم سے زیادہ وقت کی قدر دان نظر آتی ہیں، لہٰذا ہم اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں۔

اللہ رب العالمین صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی اس کوشش کو قبول فرمائے، اور ذمہ داران جمعیت کو مزید ہمت وحوصلہ دے، اور ہم سب کو تنظیم وقت کی قدر وقیمت سمجھ کر اصلاح نفس کی توفیق بخشے۔ آمین تقبل یارب العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

فقہ وفتاویٰ

ماہ رجب اور صلاۃ رغائب

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: ماہ رجب کی شرعی حیثیت کیا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب: رجب کا مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشہر حرم میں سے قرار دیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ (إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ) کی تفسیر میں ذکر ہے اس لیے رجب کے مہینے میں خاص طور پر گناہوں سے بچنا اور ظلم وزیادتی سے اپنے آپ کو روکنا اس وجہ سے بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں گناہ اور اس کی شدت مزید بڑھا دی جاتی ہے اور جس طریقے سے حرمت والے تمام مہینوں کی شرعی حیثیت ہے اسی طریقے سے ماہ رجب کی شرعی حیثیت ہے، اس کے سوا کتاب وسنت میں رجب کے مہینے کے تعلق سے کسی خصوصی عبادت کا کوئی بھی ثبوت موجود نہیں، چاہے صلاۃ الرغائب کی شکل میں ہو یا خصوصی روزہ رکھنے کی شکل میں ہو یا شب معراج اور دیگر مروجہ اعمال وعبادات کی شکل میں ہوں، قرآن وحدیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ان کے اوپر کوئی مستند دلیل موجود ہے اس لیے اہل اسلام کو چاہیے کہ رجب کی حرمت اور اس کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچیں اور عام مہینوں کی طرح سے اس میں بھی عبادات اور دیگر نیکیوں کو انجام دیں مگر اس کے لیے کسی وقت کو خاص نہ کریں اور نہ ہی کسی خاص شکل اور کیفیت میں کوئی بھی عبادت انجام دیں۔

سوال: صلاۃ الرغائب جو ماہ رجب میں پڑھی جاتی ہے اسکی کیا حقیقت ہے اور کیا یہ قرآن وسنت یا صحابہ وغیرہ سے ثابت ہے وضاحت کریں؟

جواب: ماہ رجب میں صلاۃ الرغائب کے نام سے مروجہ نماز دین میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ایک بڑی بدعت ہے، جو کہ رجب کے پہلے جمعہ کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے، اور اس سے قبل جمعرات جو کہ رجب کی پہلی جمعرات ہوتی ہے کو روزہ بھی رکھا جاتا ہے۔

صلاۃ الرغائب کی بدعت بیت المقدس میں 480ھ کے بعد سب سے پہلی بار ایجاد کی گئی، اس سے پہلے اسکا کہیں وجود اور کوئی ثبوت نہیں۔ نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ادا کیا ہو اور نہ ہی صحابہ کرام میں سے کسی صحابی سے اسکا ثبوت ہے کہ انھوں نے یہ نماز پڑھی ہو۔ اسکے بعد قرون ثلاثہ سے لیکر ائمہ مجتہدین، امامان دین اور فقہاء ومحدثین تک کسی کے یہاں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، پس یہی اس کے بدعت اور غیر مستند ہونے کے لیے کافی ہے۔

اسی لیے ہمیشہ اہل علم وفقہ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ گمراہ کر دینے والی بدعت ہے۔ اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ ذیل میں اہل علم کے کچھ اقوال پیش خدمت ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب "المجموع" میں رقمطراز ہیں:

"صلاۃ الرغائب کے نام سے موسوم نماز جو کہ رجب کے پہلے جمعہ کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت ادا کی جاتی ہے، اور شعبان کے نصف یعنی پندرہ تاریخ کو پڑھی جانے والی نماز یہ دونوں قبیح قسم کی بدعات ہیں اور" قوت القلوب" اور" احیاء علوم الدین" نامی کتابوں میں اسے بیان کیے جانے سے کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، اور نہ ہی کسی حدیث میں ذکر ہونے سے کیونکہ یہ سب باطل ہے، اور نہ ہی ان سے دھوکہ کھایا جائے جن پر اس کا حکم مشتبہ ہے، اور انہوں نے اس کے استحباب میں کچھ اوراق بھی لکھ ڈالے کیونکہ وہ اس میں غلطی کھا گئے ہیں۔

شیخ امام ابومحمد عبد الرحمن بن اسماعیل المقدسی رحمہ اللہ نے اس کے ابطال میں ایک بہت ہی نفیس اور عمدہ کتاب تصنیف کی ہے، اور اس پر اس میں اچھا اور عمدہ کلام کیا ہے۔(المجموع للنووی:3/548)

مشہور فقیہ ابن حجر الھیثمی رحمہ اللہ تعالی سے سوال کیا گیا:
کیا با جماعت صلاۃ الرغائب ادا کرنی جائز ہے یا نہیں؟
تو ان کا جواب تھا:

" صلاۃ رغائب یہ اسی معروف نماز کی طرح ہے جو نصف شعبان میں ادا کی جاتی ہے، اور یہ دونوں قبیح اور مذموم قسم کی بدعتیں ہیں، اور اس کے بارے میں جو بھی احادیث ہیں سب موضوع ہیں، لہٰذا یہ نمازیں باجماعت اور اکیلے ادا کرنا جائز نہیں"۔(الفتاوی الفقھیۃ الکبری:1/216)

معروف مالکی امام ابن الحاج المالکی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

" اس ماہ مبارک(یعنی ماہ رجب) میں ایجاد کردہ بدعات میں یہ بھی ہے کہ اس ماہ کے پہلے جمعہ کی رات کو مسجدوں میں صلاۃ رغائب کے نام سے نماز ادا کرتے ہیں، اور شہر کی بعض جامع مسجد اور دوسری مساجد میں جمع ہو کر اس بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اسے مساجد میں امام کے ساتھ باجماعت ظاہر کرتے ہیں گویا کہ یہ مشروع نماز ہو...

اس میں امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ صلاۃ رغائب ادا کرنی مکروہ ہے، کیونکہ پہلے گزر جانے والوں کا فعل نہیں، اور خیر و بھلائی انہی کی اتباع و پیروی میں ہے، رضی اللہ تعالی عنھم۔(المدخل:1/294)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

" کسی مقررہ رکعات اور مقدر قرآت کے ساتھ معین وقت میں باجماعت نماز ادا کرنا جیسا کہ وہ نمازیں جن کا سوال کیا گیا ہے مثلا: رجب کے پہلے جمعہ والے دن صلاۃ رغائب، اور رجب کے شروع میں الفیہ اور نصف شعبان اور رجب کی ستائیسویں رات کو نماز ادا کرنا، اور اس طرح کی دوسری نمازیں مسلمان ائمہ کرام کے متفقہ فیصلہ کے مطابق مشروع نہیں ہیں، جیسا کہ معتبر علماء کرام نے بیان بھی کیا ہے، اور اس طرح کی نماز تو بدعتی اور جاہل کے علاوہ کوئی اور ادا نہیں کرتا، اور اس طرح کا دروازہ کھولنا شریعت اسلامیہ میں تغیر و تبدل کرنے کا باعث بنتا اور ایسے لوگوں کی حالت کو اپنانے کا باعث ہے جنہوں نے دین میں ایسی اشیاء مشروع کر لیں جن کا حکم اللہ تعالی نے نہیں دیا"۔(الفتاوی الکبری:2/239)

اور ایک دوسری جگہ میں شیخ الاسلام اس کے متعلق لکھتے ہیں:

" یہ نماز نہ تو رسول کریم ﷺ نے ادا کی ہے اور نہ کسی صحابی نے، اور نہ ہی تابعین اور مسلمانوں کے کسی امام نے بھی ایسا نہیں کیا اور نہ ہی رسول کریم ﷺ نے اس کی ترغیب دلائی اور نہ ہی کسی سلف نے، اور نہ ائمہ کرام نے اس رات کی کوئی فضیلت ذکر کی ہے جو اس رات کے ساتھ مخصوص ہو۔

اس سلسلے میں جو حدیث مروی ہے وہ محدثین کے یہاں بالاتفاق موضوع اور جھوٹ ہے؛ اسی لیے محققین کا کہنا ہے کہ: یہ مکروہ اور ناجائز ہے، اس کی ادائیگی مستحب نہیں"۔(الفتاوی الکبری:2/262)

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں ہے:

" احناف اور شافعی حضرات نے بیان کیا ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ والے دن صلاۃ الرغائب یا شعبان کے نصف میں مخصوص کیفیت یا مخصوص رکعات کے ساتھ نماز ادا کرنی بدعت منکرہ ہے...

اور ابو الفرج بن الجوزی کہتے ہیں: صلاۃ الرغائب نبی ﷺ سے ثابت نہیں، یہ موضوع ہے، اور ان کے ذمہ جھوٹ لگایا گیا ہے۔

وہ کہتے ہیں: علماء نے اس کا بدعت ہونا اور اس کی کراہت کی کئی ایک وجوہات بیان کی ہیں:

یہ دونوں نمازیں صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور ائمہ کرام سے منقول نہیں ہیں۔

لہٰذا اگر یہ مشروع ہوتیں تو سلف حضرات ان کو ضرور ادا کرتے، بلکہ اس کا بیان تو ہمیں چار سو سال بعد ملتا ہے"(الموسوعۃ الفقھیۃ:22/262)

بنابریں اس طرح کی غیر مستند اور غیر ثابت شدہ مروجہ اعمال اور عبادات کو دین کا حصہ بنانے کے بجائے زیادہ سے زیادہ اس سے گریز کرنا چاہئے۔اور اہل اسلام کو اس طرح کے اعمال سے بچنا چاہیے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

دورہ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ 2023:

علماء کا اجتماع ایک ایسا سنگم ہے جہاں علم، تجربہ، تحقیق، معرفت، رہنمائی ایک ساتھ جمع ہوجاتی ہیں،سلف اس روایت کے پاسدار تھے، بالخصوص اکابر علماء کی رفاقت کے چند لمحے بھی ان کے نزدیک درہم و دینار سے زیادہ قیمتی ہوتے تھے،امام بخاری رحمہ اللہ کی مجلس میں میلوں سفر طے کرکے علم کے شائقین آیا کرتے تھے،امام شافعی امام مالک کی مجلس کی زینت اور امام احمد بن حنبل امام شافعی کے درس حدیث میں شریک ہوتے تھے،قلوب واذہان نکھرتے تھے، علوم کا ساکن دریا ٹھاٹھیں مارتا تھا،حرم پاک میں آج بھی شیوخ کے حلقوں میں علماء کثیر تعداد میں ہوتے ہیں جوان کی علمی سمندر سے تشنگی بجھا کر خود کو سیراب کرتے ہیں،صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کا دورۂ تدریبیہ اسی علمی روایت کا تسلسل ہے جو ممبئی کی زمین پر علمی ستاروں کا ایک کہکشاں سجا دیتا ہے،علم وتحقیق کے بحر ذخار حکمت و دانائی کے موتی لٹاتے ہیں،ایک دن کی مجلس ایک پورے علمی نصاب کا سفر طے کراتی ہے۔ ان ہی حقیقتوں کے پیش نظر ائمہ ودعاۃ کیلئے تربیتی اجتماع صوبائی جمعیت کا اپنی نوعیت کا انوکھا اور نرالا پروگرام ہے جس کی افادیت وتاثیر سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، یہ اللہ کے فضل سے حسب سابق جاری وساری ہے، بلا شبہ افادہ واستفادہ، تعلیم وتربیت،دعوت وارشاد،تحقیق وتدقیق اور علمی ملاقات کا زریں موقع ہوتا ہے، امسال 5/نومبر 2023 بروز اتوار صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کا یہ تربیتی اجتماع صبح 9/بجے وقت پر منعقد ہوا اور مغرب تک اختتام پذیر ہوگیا،جس میں ملک وبیرون ملک سے تقریباً دو دہائی علماء ومحاضرین نے شرکت کی اور اپنے قیمتی نصائح سے علماء ودعاۃ اور مدرسین کونوازا۔

اس تربیتی اجتماع میں ماہرین فن بزرگان دین، کہنہ مشق اساتذہ اور معروف اہل علم نیز دعوتی، تدریسی ودیگر میدانوں میں تجربہ کار اور مہارت تامہ کے حامل علماء کرام نے شرکت کی اور موضوعات کے انتخاب میں جو غیر معمولی بصیرت، بیدار مغزی اور گہرائی برتی گئی تھی انہی کی روشنی میں اپنے تجربات سے علماء ودعاۃ کی تربیت کی۔قاری نجم الحسن فیضی/حفظہ اللہ نے تلاوت قرآن مجید سے آغاز کیا اور اسی کی روشنی میں تذکیری کلمات سے بطور نصیحت سامعین کو نوازا، شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے استقبالیہ کلمات پیش

کئے، شیخ مقصود الحسن فیضی رحفظہ اللہ نے ''ففروا الی اللہ'' کی تفسیر وتوضیح اچھے اسلوب میں کیا، شیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ نے ''سلف صالحین اور اہل بدعت پر نکیر''، شیخ مختار احمد محمدی مدنی رحفظہ اللہ نے ''اپنے کبار اہل علم سے وابستگی کی ضرورت'' عنوان پر روشنی ڈالی، شیخ عبد الحکیم مدنی نے ''دین وشریعت میں عقل پرستی کی خطرناکیاں''، شیخ ابو رضوان محمدی نے ''ائمہ ومدرسین اور علمی جدوجہد کی ضرورت''، ڈاکٹر ابو احمد کلیم الدین یوسف مدنی نے ''معروف مزعومہ مفکرین کے فتنے اور ہماری سادہ لوحی''، ڈاکٹر اجمل منظور مدنی نے ''عوام وخواص میں تحریکی افکار کے جراثیم''، ڈاکٹر فاروق عبد اللہ نرائن پوری نے ''وسطیت اور اعتدال ائمہ سلف کے اقوال کی روشنی میں''، شیخ نثار احمد مدنی نے ''مسائل میں جمہور محققین سے شذوذ کی راہ''، شیخ کفایت اللہ سنابلی نے ''باطل سے اختلاف کی اہمیت وآداب''، شیخ ابو زید ضمیر پونہ نے ''شوشل میڈیا کے استعمال کے آداب'' پر روشنی ڈالی، ڈاکٹر وسیم المحمدی نے اپنے قیمتی تاثرات پیش کئے، شیخ ارشد سکراوی نے ''تنظیم وقت کی اہمیت''، شیخ رشید سمیع سلفی نے ''مساجد میں مکاتب کی اہمیت'' پر مختصر جامع محاضرہ پیش فرمایا، شیخ عبد الجبار سلفی نے تاثراتی کلمات پیش کئے، شیخ عبد الشکور مدنی نے ''ائمہ وعلماء کا عملی قدوہ'' پر روشنی ڈالی۔ **فحفظھم اللہ ونفع بھم الامہ.**

یقیناً علماء کیلئے تربیتی اجتماع بالواسطہ پوری قوم وجماعت کیلئے تربیتی عمل ہے، کیونکہ ہر عالم دین ایک انسانی حلقے سے وابستہ ہوتا ہے، اس کے سامعین ومصلیان اور معتقدین سے ہوتے ہوئے اجتماع سے اخذ کی ہوئی باتیں عوام تک پہنچتی ہیں، لہٰذا تربیتی اجتماع کا تعلق بالواسطہ عوام سے بھی ہوتا ہے۔ اجتماع کی ساری تیاریاں رات کو مکمل کر لی گئی تھیں، علماء جوق در جوق تشریف لا رہے تھے، علماء کی آمد نے مسجد کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا، گردوپیش میں رنگ ونور کا سماں تھا، خوشگوار ماحول میں علماء کو ناشتہ کرایا گیا، ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی، وقت بڑی تیزی سے گذر رہا تھا، امیر محترم اپنی ٹیم کے ساتھ صبح سویرے سے مسجد میں موجود تھے اور پوری نشاط سے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے، بہت باریکی سے جزئیات کو دیکھ رہے تھے۔

وقت کی قلت کی بناء پر بعد نماز مغرب شیخ عبد السلام سلفی رحفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی) کا صدارتی خطاب رکھا گیا جو بہت جامع اور اجتماع کی تمام تقاریر کا نچوڑ تھا، سلفیت سے تمسک، اس کی نشر واشاعت نیز شکوک وشبہات اور بعض غلط فہمیوں سے متعلق ناصحانہ اور دردمندانہ پیغام تھا، آپ کا خطاب ختم ہوا اور یوں لگا جیسے اس اجتماع کا سرنامہ اب جا کر مکمل ہوا، شیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ کا خطاب کلیدی، جامع اور راہنما تھا۔

اجتماع تین نشستوں میں تقسیم تھا لیکن از اول تا آخر علماء، دعاۃ اور مدرسین کی یکسوئی، دلچسپی اور لگاؤ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، یہ علم کے پیاسے تھے، حکمت کے جویا تھے، دھن کے پکے تھے، کچھ سیکھنے اور پانے کے طلبگار

تھے،نوٹس ہاتھوں میں لئے ہوئے اپنے مربیان کی تقریر سے ایک ایک لفظ کو بغور سن رہے تھے اور نکات نوٹ کررہے تھے،اس اجتماع میں جماعت کی سرکردہ شخصیات، مدارس کے ذمے داران،دوسرے میدان سے جڑے باشعورنوجوان اوربعض ذی علم صحافی بھی شریک ہوئے، یقینا یہ اجتماع ایک بہت ہی مفید ملتقیٰ ہے۔

مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر،کرلا کے ٹرسٹیان کی محنت، جدوجہداورکوشش قابل قدر ہے،اس قدر بڑے پروگرام کی کامیابی کا سہرا صوبائی جمعیت کے ساتھ مسجد کے ذمے داروں کے بھی سرجاتا ہے،خاص طور پر جناب بدر عالم بابو بھائی بہت زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں،اخیر میں تمام علماء، دعاۃ،ائمہ ومدرسین کو بیگ،سفری خرچ اورتحائف سے نوازا گیا، رخصت ہونے سے پہلے عشائیہ بھی دیا گیا تاکہ دور دراز سےتشریف لائے ہوئے مہمان بھی اطمینان کے ساتھ اپنی منزل پر پہونچ سکیں،محاضرین ومہمانان خصوصی واعزازی کی تکریم میں بھی کوئی کسرنہیں اٹھارکھی گئی،اللہ اس اجتماع اوراس کے منتظمین،محاضرین،شرکاءسب کو جزائے خیرعطافرمائے آمین۔

دعوتی سرگرمیاں:

3 /نومبر 2023 مسجد اہل حدیث حسن رائل گارڈن کوسہ ممبرامیں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کےزیرسرپرستی ایک روزہ اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں سعودی عرب سے آئے ہوئےمہمان شیخ مختارمحمدی مدنی /حفظہ اللہ نے’’صرف منہج سلف ہی کیوں‘‘ جیسے حساس موضوع پر بہت ہی اہم خطاب پیش کیااسی طرح مدینہ طیبہ سےتشریف لائے ہوئے مہمان ڈاکٹرکلیم الدین یوسف مدنی /حفظہ اللہ نے’’تقویٰ اوراس کے تقاضے‘‘ جیسے ایک اہم موضوع پر بہترین نصیحتیں کیں جس سےعوام خواص نے استفادہ کیا۔

3 /نومبر مسجد اشاعت التوحید امبر ناتھ تھانہ میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی /حفظہ اللہ نے’’تبلیغ دین اوروارثین انبیاء کامقام‘‘ کےموضوع پراہم اورمدلل خطاب کیا۔

4/نومبر کومسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ ممبئی میں ڈاکٹرکلیم الدین یوسف مدنی /حفظہ اللہ نےقرآن وسنت کی روشنی میں قیمتی نصیحتیں کیں۔

6/نومبر کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کےزیر سرپرستی مسجد اہل حدیث ٹیمکر محلہ ممبئی میں شیخ کلیم الدین یوسف /حفظہ اللہ کا’’فتنوں کے حالات میں ہماری ذمہ داریاں‘‘ کےموضوع پرخطاب ہواجبکہ شیخ ظفرالحسن مدنی /حفظہ اللہ نے’’تعلیم وتعلم کا شوق اور ہمارے اسلاف‘‘ جیسے اہم موضوع پرخطاب کیا۔

7/نومبر کوشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی نے’’والدین اور اولاد کی ذمہ داریاں‘‘ کےموضوع پربہترین نصیحتیں کیں۔

10/نومبر مسجد آدم اہل حدیث رحمت نگرگلبرگہ کرناٹک میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی /حفظہ اللہ نے’’منہج سلف کیا اور کیوں‘‘ جیسے حساس موضوع پرخطاب پیش کیا۔

17 ؍نومبر مسجد اہل حدیث گورے گاؤں امبر ناتھ الہاس نگر تھانہ میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ؍حفظہ اللہ نے ''عذاب قبر کی حقیقت'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

17 ؍نومبر کو امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی ؍حفظہ اللہ نے یو پی سدھارتھ نگر کے ایک گاؤں املیا میں بحیثیت مہمان شرکت کی اور وہاں کے اجلاسِ عام میں ایک اہم خطاب پیش کیا۔

19 ؍نومبر 2023 بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹرا کے زیر اہتمام مالیگاؤں کے ایک عظیم الشان کانفرنس وسیمپوزیم میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے ''دعوت دین اور خدمت خلق'' اسی طرح ''غیر مسلموں کے حقوق'' جیسے اہم عناوین پر خطاب کیا۔

19 ؍نومبر شیخ فیض الرحمن رحمانی نے آئی آئی سی کرلا ممبئی میں ''نماز اور نمازیوں سے ہونے والی غلطیاں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

20 ؍نومبر 2023 کو مقامی جمعیت اہل حدیث سیونی مدھ پردیش کے ایک دینی واصلاحی پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے ''فتنوں کے دور میں راہ نجات'' کے موضوع پر ایک تفصیلی خطاب کیا۔

1 ؍دسمبر مسجد اہل حدیث کچورا کلیان میں شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے ''علماء سنت کا مقام اور جماعت کا التزام'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

7 ؍دسمبر بروز جمعرات کو امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی ؍حفظہ اللہ نے جامعۃ الامام الالبانی اتر دیناجپور مغربی بنگال کے ایک روزہ عظیم الشان سیمینار واجلاس عام میں شرکت کی اور ''حصول علم کا مقصد'' کے موضوع پر کلیدی اور قائدانہ خطاب کیا۔ نیز امام بخاری یونیورسٹی کشن گنج وقرب وجوار کے جماعت کے مدارس وجامعات کا دورہ کیا۔

10 ؍دسمبر بروز اتوار گھوگھاری محلہ پائیدھونی ممبئی میں ہم سب پبلک ٹرسٹ کے زیر اہتمام ''نشہ نہیں ناش ہے'' کے عنوان پر منعقدہ ایک اہم پروگرام میں امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی ؍حفظہ اللہ نے ''نشے کی خطرناکی اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا جبکہ شیخ عبد الحکیم مدنی ؍حفظہ اللہ نے ''نشہ کی خطرناکیاں'' پر بڑے ہی اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی دونوں اہم خطابات کو عوام الناس نے پسند کیا اور پائیدھونی کے سینئر پولس آفسر نے (جو اس پروگرام میں شریک تھے) بڑی سراہنا کی۔

11 ؍دسمبر مسجد توحید تلوجا نوی ممبئی میں امیر محترم نے ''اجتماعیت کی ضرورت اوراس کے اصول'' پر روشنی ڈالی اور بڑے ہی مدلل انداز میں قرآن سنت وسلف کے اقوال کی روشنی میں اجتماعیت کی ضرورت کو واضح کیا۔

12 ؍دسمبر 2023 کو امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی ؍حفظہ اللہ نے جماعۃ المسلمین خیرے خورد رائے گڈھ کوکن کے ایک اجلاس میں ''مسلمانوں کا سب سے بڑا قضیہ اور

ایشو کیا ہے؟'' جیسے حساس موضوع پر علمی خطاب کیا۔

13/دسمبر کو مسجد اہل حدیث سنجے گاندھی نگر، الہاس نگر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے جنازہ ورکشاپ میں میت اور جنازے کے مکمل مسائل کو عملی طور پر مشق کرکے واضح کیا جس سے قرب وجوار کے لوگوں نے استفادہ کیا۔

17 /دسمبر بروز اتوار جامع مسجد اہل حدیث ومدرسہ اصلاح العلوم کاندیولی ممبئی کے ایک اجلاس میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور عوام الناس کو اہم دینی نصیحتوں سے نوازا۔

19/دسمبر بروز منگل مدرسہ محمدیہ جنار دیو جھنڈ واڑہ مدھیہ پردیش کے ایک اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''تعلیمی بیداری اور مسلمان'' کے موضوع پر اہم خطاب پیش کیا۔

22 /دسمبر کو سنجے گاندھی نگر الہاس نگر کی مسجد ومدرسہ اصلاح المسلمین کے ایک دینی وتربیتی اجلاس میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''نکاح کو آسان بناؤ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

25/دسمبر بروز پیر مسجد اہل حدیث محمدیہ مسلم نگر دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی/حفظہ اللہ نے ''کرسمس اور نئے سال کا جشن'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

30/دسمبر بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث ٹیمکر محلہ بائیکلہ میں ڈاکٹر عبدالحمید ظفر (دبئی) /حفظہ اللہ کا ''فتنوں میں نجات کی راہ'' کے موضوع پر اہم خطاب ہوا۔

31/دسمبر بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث دارالسلام کوسہ ممبرا میں ڈاکٹر عبدالحمید ظفر (دبئی) /حفظہ اللہ کا نہایت ہی علمی خطاب ہوا۔

اس کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کے مسجد حسن رائل گارڈن کوسہ ممبرا، مسجد اہل حدیث سیلیش نگر ممبرا، مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ، مسجد اہل حدیث میرا روڈ، مسجد اہل حدیث دارالہدیٰ ساکی ناکہ، مسجد اہل حدیث فیضان اپارٹمنٹ جوگیشوری، ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائیدھونی ممبئی، وغیرہ میں ''شرح کتاب التوحید''، ''شرح القواعد الاربع''، ''جدید مناہج کی حقیقت''، ''عشرہ مبشرہ سیریز''، ''عقیدہ وسنت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال'' جیسی اہم اور اصولی کتابوں کے ہفتہ واری وپندرہ روزہ دروس جاری وساری ہیں۔اسی طرح صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی/حفظہ اللہ کا جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا میں ''شرح اربعین نووی'' کا درس بعد نماز عصر جاری وساری ہے۔

❁ ❁ ❁

نظم

دینِ رحمت

نتیجۂ فکر: شیخ عبدالواحد انور یوسفی

یہ نظم دین رحمت کانفرنس صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی منعقدہ مارچ ۲۰۰۳ء کے لئے لکھی گئی تھی، جسے شیخ مقبول احمد صاحب (رحمہ اللہ) امام وخطیب مسجد اہلحدیث کٹیر منڈل کرلا اپنی آواز میں پڑھنے والے تھے، مگر ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری رحمہ اللہ کے اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے پروگرام میں کچھ تبدیلی کے باعث نظم نہ پڑھی جاسکی۔

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

شیوہ ہے یہی اہل دعوت و عزیمت کا
قرآن وحدیث اب بھی چشمہ ہے ہدایت کا
اسلاف سا ہم کو بھی ہے پاس شریعت کا
ہر حکم سر آنکھوں پر قرآن کا سنت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

خودرو سے غرض ہی کیا خاشاک ہے کیا خس ہے
ہاتھوں میں ہمارے تو قرآنِ مقدس ہے
گلزار احادیث نبوی کا ہمیں بس ہے
رکھا ہوا اس میں ہے سامان ضرورت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

کچھ لوگ تو کہتے ہیں یہ پانچواں فرقہ ہے
یہ جھوٹ ہے تہمت ہے دھوکہ ہے چھلاوہ ہے
اشخاص کی چوکھٹ پر ہر فرقہ جبیں سا ہے
ناسور کہاں ہم میں ہے اندھی عقیدت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

اُبنائے وطن تم بھی قرآن پڑھو سمجھو
اس محسنِ عالم کا فرمان پڑھو سمجھو
اسلام پڑھو سمجھو ایمان پڑھو سمجھو
یہ امن کا داعی ہے سامان ہے راحت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

دہشت کی تشدد کی اس میں نہیں گنجائش
اسلام تو پھیلا ہے، دنیا میں بہ فہمائش
کیا ظلم تھا مکہ میں معدوم تھی آسائش
اللہ نے پھر کھولا اِک راستہ ہجرت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

ہم امن کا گہوارہ دنیا کو بنائیں گے
شعلے جو دلوں میں ہیں نفرت کے بجھائیں گے
انسان کو انسانی اقدار سکھائیں گے
تابندہ ہے باب اپنا اسلامی اخوت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

اسلام نے روکا ہے ہر فرقہ پرستی سے
تقلید سے آباء کی ہر جادۂ شخصی سے
لازم تھا عمل کرتے اس حکم پر سختی سے
افسوس ہے شیرازہ بکھرا ہوا امت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

فرقوں میں بٹی امت قرآن کو پھر پکڑے
پیغمبرِ اعظم کے فرمان کو پھر پکڑے
اشخاص سے منہ موڑے احسان کو پھر پکڑے
نسخہ ہے یہی انور بس وحدتِ امت کا

اسلام ہے کیا لوگو! یہ دین ہے رحمت کا
ایثار و اخوت کا اخلاق و شرافت کا

Special Issue **"AL-JAMAAH"** Mumbai
January-February 2024



SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com